سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳

تعلق مع اللہ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲۔ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مسعود شمیم صاحب مدظلہٗ مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی فرمائش پر ۲۵ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر تا مغرب حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ محمد اختر صاحب مدظلہٗ دامت برکاتہم کا درس مثنوی شریف جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہُوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد اور اس کے حاصل ہونے کے طریقے قرآن وحدیث اور مثنوی کے حوالوں کے ساتھ نہایت موثر انداز میں بیان ہُوئے ہیں جن کو پڑھ کر دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ بعض ترمیم و اضافہ کے ساتھ حضرت والا دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد افادۂ ناظرین کے لئے پیش ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مُسلمہ کے لئے نافع اور واعظ و مرتب و ناشر و مُعاونین کے لئے صدقہ جاریہ فرمادیں۔

اٰمین یاربّ العالمین بحُرمۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم

مرتبہ

یکے از خدام حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

—o—

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ..... وَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّكَ اَحَبَّ الۡاَشۡیَاۤءِ اِلَیَّ - الخ (الجامع الصغیر ج ۱ ص۵۹)

میرے دوستو اور بزرگو! میں نے اس وقت جس آیتِ مبارکہ کا اور جس حدیث پاک کا انتخاب کیا ہے اس کا موضوع صرف یہ ہے کہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ کی محبت بندوں کے ذمّہ کس قدر معیّن ہے یعنی کتنی محبت اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں اور کس قدر محبت ہو تو انسان اللہ کا پُورا فرمانبردار ہو سکتا ہے۔ دُنیا کی محبت جائز، ماں باپ کی بال بچوں کی، کاروبار کی مال و دولت کی، ان چیزوں کی محبت شدید بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت بیان فرمائی ہے اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ؁ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کسی جنگ کی فتح کا مالِ غنیمت جب مسجد نبوی میں آیا اور مسجد نبوی میں مال کا ڈھیر لگ گیا اس وقت آپ نے فرمایا کہ یا اللہ یہ مالِ غنیمت دیکھ کر میرا دل خوش ہوا اور محبت اس کی ہے مگر آپ اپنی محبت کو دُنیا کی تمام محبتوں پر غالب فرما دیجئے تو معلوم ہُوا کہ محبت شدید بھی جائز ہے اور محبت حبیب بھی جائز ہے یعنی اس کو حبیب بنا لینا بھی جائز ہے۔ حبیب پر یاد آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حبیب سے خطاب فرمایا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا مَتٰی اَلْقٰی اَحْبَابِیْ میں اپنے حبیبوں سے کب ملوں گا۔ احباب اور احبّاء جمع ہے حبیب کی، جیسے اطباء جمع ہے طبیب کی تو صحابہ نے پُوچھا اَوَلَيْسَ نَحْنُ اَحِبَّاءُكَ کیا ہم لوگ آپ کے احباء نہیں ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ تم تو میرے صحابہ ہو وَلٰكِنْ اَحْبَابِیْ قَوْمٌ لَمْ يَرَوْنِیْ وَاٰمَنُوْا بِیْ اَنَا اِلَيْهِمْ بِالْاَشْوَاقِ (کنز العمال ج ۱۴ ص ۵۱ و ۵۲) لیکن میرے احباب میرے احباء وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے میں ان کا مشتاق ہوں۔ یعنی ہم لوگ ان میں شامل ہیں جو آپ کے بعد

ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں اور سلام نازل فرمائے کہ جنہوں نے ہم کو احبّاء سے خطاب فرمایا اور ہمارے لئے اشتیاق ظاہر فرمایا۔ تو حبیب کا اطلاق یہاں مخلوق کے لئے ہے لیکن احب اور اشد محبت اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت احب اور اشد نہیں ہے تو پھر بندہ پورا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ دل سے بھی زیادہ جان سے بھی زیادہ اہل وعیال سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ ہمیں پیارے ہونے چاہئیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محبت کو اس عنوان سے طلب فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ
وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۔ (ترمذی شریف ج ۲۔ ص ۱۸۷)

یا اللہ اپنی محبت میرے اندر میری جان سے زیادہ عطا فرما دیں اور اہل وعیال سے بھی زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ یعنی پیاسے کو جتنا ٹھنڈا پانی عزیز ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ اے اللہ آپ مجھے محبوب ہوں۔ تو معلوم ہُوا یہ خطوط اور حُدود ہیں محبت کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کے اس آخری جُز کا اپنے ایک شعر میں گویا ترجمہ کر دیا ہے، یہیں کعبہ شریف میں غلافِ کعبہ پکڑ کر عرض کیا ؎

پیاسا چاہے جیسے آبِ سرد کو
تیری پیاس اس سے بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

جس طریقہ سے ایک پیاسے کو ٹھنڈا پانی پی کر رگ رگ میں سیرابی اور ایک نئی جان عطا ہوتی ہے خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کو اللہ کا نام لے کر

ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ مثنوی کے دفتر ششم کے آخر میں مولانا فرماتے ہیں ؎

نام او چوں بر زبانم می رود
ہر بن مو از عسل جوئے شود

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو کیا محسوس ہوتا ہے ؟ میرے بال بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔

تو میرے دوستو! اللہ کی محبت کا یہ مقام کیسے حاصل ہو کہ ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو جائے اور اگر اشد نہ ہُوئی تو یاد رکھئے ہم اللہ تعالیٰ کے پُورے فرمانبردار نہیں ہو سکتے۔ کیوں ؟ اس لئے کہ جب ہم کو اپنا دل زیادہ پیارا ہو گا تو جہاں ہمارے دل کو تکلیف ہو گی وہاں ہم اللہ کے قانون کو توڑ دیں گے مثلاً کوئی ایسی حَسین صُورت سامنے آئی کہ دل چاہتا ہے اس کو دیکھیں۔ نہ دیکھیں تو دل کو تکلیف ہوگی تو اگر دل سے خدا پیارا ہے تو دل کو توڑ دیں گے، خدا کو راضی کر لیں گے اور اگر دل زیادہ عزیز ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت کم ہے تو گویا دل اَحَبّ ہو گیا دل کی محبت احب اور اشد ہو گئی پھر آدمی گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ نافرمانی سے بچنے کے لئے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہونا ضروری ہے اسی وجہ سے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سُلطان محمود نے اپنے ۶۵ وزیروں کو بلایا اور کہا کہ شاہی خزانے کا یہ نایاب موتی توڑ دو۔ لیکن ہر وزیر نے کہا کہ حضور یہ خزانے کا نایاب موتی ہے اس کی خزانۂ شاہی میں کوئی مثال نہیں۔ میں اس کو نہیں توڑوں گا۔ یہاں تک کہ ان سب وزیروں نے انکار کر دیا اور معذرت کر لی۔ آخر میں شاہ محمود نے ایاز کو بُلایا۔ اسے دراصل وزیروں کو ایاز کا مقامِ عشق دکھلانا تھا۔ یہ دکھلانا تھا کہ ایاز

میرا سچا عاشق ہے باقی سب وُزراء ریائی اور تنخواہی ہیں اس نے کہا ایاز تم اس موتی کو توڑ دو ایاز نے فوراً پتھر اُٹھایا اور موتی کو توڑ دیا پورے ایوانِ شاہی میں شور مچ گیا سب نے کیا کہا مولانا رُومی کی زبان سے سُنیئے

ایں چہ بے باکی ست واللہ کافر است

انہوں نے کہا ارے ایاز بڑا بے باک بالکل کافر اور ناشکرا ہے۔ کافر کے معنیٰ یہاں ناشکرے کے ہیں۔ شاہ محمود نے کہا ایاز تم نے موتی کیوں توڑا ان وزراء کو جواب دو۔ اس نے کیا جواب دیا ؎

گفت ایاز اے مہتران نامور

امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے وُزراء کو خطاب کیا کہ اے معزز لوگو! آپ نے موتی کو قیمتی سمجھ کر نہیں توڑا لیکن شاہی حکم کو توڑ دیا میں آپ سے پُوچھتا ہوں کہ شاہی حکم زیادہ قیمتی تھا یا یہ موتی۔ اس واقعہ سے مولانا رُومی یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمارے دل اگر ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹ جائیں لیکن اللہ کا فرمان نہ ٹوٹے۔ دل کی وہ خواہشات جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہیں مثل بیش بہا موتی کے خواہ کتنی ہی قیمتی اور لذیذ نظر آئیں ان کو توڑ دو لیکن حکمِ الٰہی کو نہ توڑو۔ اور نامحرم عورتوں اور امردوں کو ہرگز نہ دیکھو چاہے کتنا ہی تقاضا دیکھنے کا ہو۔ امرِ الٰہی کے مقابلہ میں دل کی کوئی قیمت نہیں۔

میرے دوستو! اللہ کی محبّت کا یہی حق ہے مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ چلتے چلتے انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا آپ کی کیا قیمت ہے آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہان! انہوں نے فوراً کہا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

یااللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں جہان بتائی ہے ارے ابھی قیمت اور بڑھائیے دونوں جہان کے بدلہ میں تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اپنے اُردو شعر میں کیا خُوب فرمایا ہے ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو !
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دِلّی کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑے ہُوئے اور شاہانِ مُغلیہ کو خطاب کیا اور فرمایا ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے لوگو ! ولی اللہ دہلوی اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس میں اللہ کی محبت کے کچھ موتی پنہاں ہیں۔ آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ کوئی رئیس ہو تو میرے سامنے آئے کیونکہ تمہاری دولتیں تمہاری وزارتیں تمہاری سلطنتیں سب زمین کے اُوپر رہ جائیں گی اور تمہیں دو گز کفن میں لپیٹ کر خاک میں ڈال دیا جائے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ دُنیا کی کیا حقیقت تھی۔ دُنیا کی حقیقت پر میرا ایک شعر ہے ؎

یُوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھُل گئی

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

جام تھا ساقی تھا مے تھی اور درِ مے خانہ تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ایک دفعہ ۱۹۷۶ء میں دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم ہردوئی تشریف لائے تھے احقر بھی وہاں حاضر تھا عرض کیا کہ حضرت ابھی ابھی ایک شعر ہُوا ہے۔ شعر میں میں نے نقشہ کھینچا تھا کہ دیکھو ایک بچّہ جوان ہوتا ہے اور لڑکی جوان ہوتی ہے اس کے بعد بڑھاپا آجاتا ہے۔ دانت ٹوٹ جاتے ہیں کمر جھک جاتی ہے خدوخال بگڑ جاتے ہیں حُسن کے سارے ہنگامے ختم۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے نوجوانو! سولہ سال کی جو لڑکی تم کو پاگل کرتی ہے، تمہاری نگاہ اور تمہارا ایمان خراب کرتی ہے لیکن فرماتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ

زلف جعد و مشکبار و عقل بر

اس کی زُلفیں گھونگھر والی اور مُشکبار ہیں یعنی ان سے مشک کی خوشبو آتی ہے اور عقل بر یعنی عقل کو اُڑانے والی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورتیں اگرچہ ناقصات العقل ہیں لیکن بڑے بڑے عقل والوں کی عقل کو اُڑا دیتی ہیں[1]۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو جو زلف آج سولہ سال کی عُمر میں تمہیں گھونگھر والی، مشکبار اور عقل بر معلوم ہوتی ہے لیکن آخر کار اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہی لڑکی جب اسّی سال کی ہوگی، ساڑھے پانچ نمبر کا چشمہ لگا کر لٹھیا لے کر کمر جھکائے ہوئے آئے گی، مُنہ میں ایک دانت بھی نہیں ہوگا۔ اس وقت جب اس کو دیکھو گے تو میرا یہ مصرع یاد کرو گے۔ مولانا رُومی ہی کی زبان سے سُنیئے ؎

---

[1] مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ الخ (مشکوٰۃ کتاب الایمان ص۱۳)

آخر او دُم زشت پیر خر

اس کی وہ زُلف جس نے ہزاروں کو پاگل کر رکھا تھا اس وقت بُڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ سُبحان اللہ! کیسا عبرتناک شعر ہے ؎

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دُم زشت پیر خر

مولانا رُومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے جوان گدھے کی مثال دیتے تو بعض بے وقوف کہتے کہ چلو کچھ تو ہے لیکن مولانا نے اس بُڈھے کھوسٹ گدھے کی مثال دی کہ انسان کو نفسیاتی طور پر ان فانی چیزوں سے بالکل نفرت ہوجائے۔ ماہر نفسیات یہ حضرات تھے۔ رُوحانی بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ تو میں نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے عرض کیا کہ حضرت میرا یہ شعر آج ہی ہُوا ہے کہ دُنیا کے جتنے ہنگامے ہیں سب سرد ہونے والے ہیں انسان کا بچپن جوانی سے، جوانی بڑھاپے سے، بڑھاپا موت سے تبدیل ہونے والا ہے یہ سُورج کا طلوع و غروب بڑے بڑے حسینوں کے حُلیئے بگاڑ دیتا ہے سُورج کا یہ طلوع و غروب ہمارے بالوں کو سفید کر دیتا ہے، ہمارے دانتوں کو مُنہ سے باہر کر دیتا ہے یہی گالوں میں جُھریاں ڈالتا ہے اور گالوں کو پچکا کر حسینوں کو غیر حسین کر دیتا ہے اگر یہ طلوع و غروب نہ ہوتا تو ہماری جوانی کو کوئی چیز نہیں چھین سکتی تھی چنانچہ جنّت میں جوانی قائم رہے گی، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا کیونکہ وہاں سُورج نہیں ہے طلوع و غروب نہیں ہے، روز و ہفتہ نہیں ہے، ماہ و سال نہیں ہے، دن و تاریخ نہیں ہے۔ اس لئے وہاں تغیّر و زوال نہیں ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ میرا یہ شعر ہُوا ہے ؎

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بُلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

تاکہ کہیں یہ بے وقوفی نہ کر جائے کہ مُرجھانے والے پھُولوں پر زندگی کو قربان کر دے یعنی حُسنِ فانی پر فریفتہ ہو کر اپنی زندگی کے ایام کو ضایع کر دے اور جنازہ جب قبر میں داخل ہو تو معلوم ہو کہ جن کے لئے مرے تھے وہ کچھ کام نہیں آئے، سب فانی سہارے تھے اور اب اللہ تعالیٰ سے معاملہ پڑا ہے۔ مفتی صاحب نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا۔ اکوڑہ خٹک سے ایک رسالہ الحق نکلتا ہے ایک دفعہ اس میں ایک شعر دیکھا تھا۔

جو چمن سے گذرے تو اے صبا تُو یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ میں ڈپٹی کلکٹر تھے، حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ایک دفعہ وائسرائے آرہا تھا سارا شہر جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا، جگہ جگہ روشنیاں اور بلب جل رہے تھے، سارا شہر دُلہن معلوم ہو رہا تھا خواجہ صاحبؒ نے مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت ابھی ابھی ایک شعر ہُوا ہے۔ وہ شعر کیا تھا ؎

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بہ اندازِ بہار آئی ہے

بس دُنیا کی بہار ایک دھوکہ ہے لہٰذا اپنی جوانیوں کو، اپنی خاک کو، اس خاکی جسم کو اگر ہم اللہ و رسُول کی فرمانبرداری میں خرچ کریں گے تو ہماری خاک کے ساتھ اللہ و رسُول قیامت کے دن نسبت لگ جائیں گے اور ہماری خاک قیمتی ہو جائے گی اور اگر اس مٹی کے جسم کو صرف کھانے پینے، ہگنے مُوتنے میں

لگایا تو گویا مٹی کو مٹی پر ہی فدا کر دیا۔ شامی کباب بھی مٹی کا ہوتا ہے، مُرغ مسلّم بھی مٹی کا ہوتا ہے اگر ان کو دفن کر دو تو مٹی ہی پاؤ گے، یہ عورتیں بھی مٹی کی ہیں، مکان بھی مٹی کا ہے۔ اگر ہم نے اپنے جسم کی مٹی کو صرف ان چیزوں میں ہی لگا دیا یعنی دُنیا کی نعمتوں میں ہی لگے رہے اور نعمت دینے والے کو کم یاد کیا تو ہماری خاک گویا خاک پر فدا ہوئی اور قیامت کے دن ہماری خاک ثبت خاک ثبت خاک ثبت خاک اور میزان آخر میں خاک ہو گی اور اگر اللہ و رسُول کو راضی کر لیا یعنی بال بچوں کا بھی حق ادا کیا، اپنے نفس کا بھی حق ادا کیا، روزی بھی کمائی لیکن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کیا تو قیامت کے دن ہماری خاک کے ساتھ اللہ و رسُول ثبت ہو جائیں گے اور یہ خاک قیمتی ہو جائے گی لہٰذا اس خاک کو خاک پر فدا نہ کرو بلکہ خالقِ افلاک پر فدا کرو۔ اس پر مجھے اپنا ایک اُردو شعر یاد آیا ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ان مرنے گلنے والی لاشوں پر اپنے دل کو مت فدا کرو جس نے جوانی بخشی ہے، اگر وہ چاہتا تو بچپن ہی میں اُٹھا لیتا جس نے جوانی عطا کی ہے، جس نے ہمارے سینہ میں دل رکھا ہے صرف وہی اس کے قابل ہے کہ اس کو اپنا دل دیا جائے۔

حضرت مولانا محمد یُوسف صاحب بنّوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں احقر نے معارفِ مثنوی پیش کی۔ مولانا نے کتاب کھولی تو اس میں میرا ہی ایک شعر

نکلا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اہلِ دل کو اہلِ دل کیوں کہتے ہیں۔ دل تو سب کے سینہ میں ہے، انسان ہو یا کتا بلی، کس کے سینہ میں دل نہیں۔ پھر بزرگانِ دین کو ہی کیوں اہلِ دل کہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اپنے اس فارسی شعر میں دیا تھا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد اورا کہ دل را می دہد

اہلِ دل وہ ہیں جو اللہ کو اپنا دل دیتے ہیں جس نے ماں کے پیٹ کے اندر سینہ میں دل رکھا ہے اس کو دل دیتے ہیں تو دل کی قیمت ادا ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیمتی ہیں ان کو دینے سے یہ دل بھی قیمتی ہو جاتا ہے پس اہلُ اللہ اپنا دل اس ذات پاک کو دیتے ہیں جس نے دل عطا کیا ہے اور اسی لئے وہ اہلِ دل کہلاتے ہیں۔ مولانا اس شعر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ الہ آباد کے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے اہل دل کے مقام کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

استقلالِ دردِ دل سے مُراد استقامت علی الدین ہے یہ نہیں کہ کبھی تو خوب عبادت اور کبھی بالکل شیطان اور لفظ شاید تواضع کے لئے استعمال فرمایا تاکہ دعویٰ نہ ہو۔

میرے دوستو! ایک شعر میرا دُنیا کی حقیقت پر اور بھی ہے۔ اس دُنیا کے بارے میں بڑے بڑے ہنگامے آدمی سوچتا رہتا ہے کہ یہ مکان لُوں گا وہ مکان بناؤں گا یہ کارخانہ تعمیر کروں گا، وزارتِ عظمیٰ کی کُرسی کے لئے

الیکشن لڑوں گا کہ اچانک جس دن عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں تو اس دن کیا ہوتا ہے ؎

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

دُنیا کی فنائیت پر نظیر اکبر آبادی کا شعر ہے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا معطّر کفن تھا مشیّن بدن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا نہ عُضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

کہتے ہیں کہ میں نے قبرستان میں بڑے بڑے حسین نوجوانوں کو اور بڑے شاندار لوگوں کو دیکھا کہ جب ان کو دفن کیا جارہا تھا تو ان کا بدن نہایت شاندار تھا اور کفن میں عطرؔ لگا ہُوا تھا لیکن چند دن کے بعد جب قبر پُرانی ہوکر اکھڑ گئی تو دیکھا کہ بدن کا کوئی عضو باقی نہیں تھا اور کفن میں کوئی تار بھی نہیں تھا۔ جس بدن کو سنوارنے میں ہم رات دن لگے ہُوئے ہیں، جس کے لئے رات دن ہمارے قلوب مشغول ہیں اس کا ایک دن یہ حشر ہونے والا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صورت پرستی جب تک نہ چھوڑو گے یعنی صورتوں کا عِشق جب تک تمہارے دلوں میں ہے خدائے تعالیٰ کو نہیں پا سکتے ہو۔

حکایۃٌ عن الحق فرماتے ہیں ؎

آدما معنی دلبندم بجو
ترک قشر و صورت گندم بگو

اے آدم کے بیٹو! میرا معنی دلبند تلاش کرو اور صُورت پرستی چھوڑو۔

آگے مولانا فرماتے ہیں ؎

ہ ۱ : مسئلہ یہ ہے کہ کفن میں عطر لگانا جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے اس کو بدعت لکھا ہے۔

گر ز صورت بگذری اے دوستاں

اے دوستو! اگر صورت پرستی سے باز آجاؤ یعنی مٹی کی جو صورتیں پھر رہی ہیں یہ تمہارے دل کو زیادہ مشغول کرتی ہیں اگر ان کے عشق سے باز آجاؤ گے اور دل کو ان سے خالی کر لو گے تو کیا ملے گا۔ فرماتے ہیں ؎

گلستان است گلستان است گلستاں

تو تمہیں اللہ کی محبت کا قُرب ہی قُرب عطا ہوگا لیکن اس صورت پرستی سے نجات کب ملتی ہے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے شمس الدین تبریزی کی صحبت اختیار نہیں کی میرے علم اور عمل میں فاصلے رہے اور شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے جب ملاقات ہُوئی تو انہوں نے میری رُوح کو اللہ کی محبت سے گرم کر دیا۔ پہلے تو اُنہوں نے بڑی تواضع برتی اور خود کو چھپانے کی کوشش کی اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میرے پیچھے کیوں لگے ہو۔ مولانا رُومی نے عرض کیا ؎

بُوئے مے را اگر کسے مکنوں کند

اگر شرابی شراب کی بُو کو الائچی یا لونگ کھا کر چھپا بھی لے اور یہ ثابت کرے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ؎

چشمِ مستِ خویشتن را چُوں کند

لیکن ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا پس اے شمس الدین تبریزی! آپ راتوں کو اُٹھ کر تہجد کے وقت جو ذکر و فکر کرتے ہیں، اللہ کو یاد کرتے ہیں جس کی برکت سے آپ کے قلب کو نسبت مع اللہ کا جو نشہ حاصل ہے آپ اس کو لاکھ چھپائیں لیکن آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ نے اللہ کی محبت کے خُم کے خُم چڑھا رکھے ہیں۔ اللہ والوں کی صورت

دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰہُ (التشرف ص۳۱۷ مؤلفہ حضرت تھانویؒ)
آپ کی آنکھوں سے آپ کا کیفِ باطنی چھلک رہا ہے بقولِ شاعر ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشمِ پرآب میں

جو آنسو اللہ کے لئے نکلتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلّیات ہوتے ہیں تو بہرحال مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تبریزی سے درخواست کی کہ

شمۂ از گلستاں باما بگو

اے شمس الدین تبریزی ! آپ اللہ کے قُرب و محبت کی جو دولت سینہ میں لئے ہُوئے ہیں اس میں سے تھوڑا سا میرے کان میں بھی کہہ دیجئے اور

جرعۂ بر ریز برما زیں سبو

آپ تو محبتِ الٰہیہ کا خُم کا خُم پیتے ہیں مجھے ایک گھونٹ ہی پلا دیجئے اس کے بعد کس انداز سے فرماتے ہیں ؎

خونداریم اے جمالِ مہتری
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

اے سراپا جمال ! اے میرے مکرّم و مُحترم شیخ ! جلال الدین اس کا عادی نہیں ہے کہ میرے ہونٹ تو خشک ہوں اور آپ اکیلے اکیلے شرابِ محبتِ الٰہیہ پیتے رہیں، خود تو محبت و معرفت سے مست رہیں اور میں محروم رہوں میرا بھی تو حق ہے آخر شاگرد کا بھی تو کچھ حق ہوتا ہے میں نے جو آپ کا ہاتھ پکڑا ہے تو کچھ مجھے بھی عطا فرما دیجئے۔ ہاتھ پکڑنے پر ایک پُرانا شعر یاد آیا اللہ والوں کا ہاتھ پکڑنے سے اللہ کا راستہ کھُلتا ہے۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کا ہاتھ جب ہاتھ میں آتا ہے یعنی جب کسی اللہ والے سے اصلاح و تربیت کا تعلق کیا جاتا ہے تو اللہ کے راستہ کے چراغ جل جاتے ہیں اور سنت و شریعت پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے جب حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا تو حاجی صاحب چمک گئے ورنہ حاجی صاحب کو کون جانتا تھا۔ مولانا تھانوی نے بڑے جوش سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ نادان لوگ ہیں۔ واللہ ان سارے علماء سے پُوچھ لو کہ حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑنے سے پہلے ان کا کیا حال تھا حاجی صاحب کے فیضانِ صحبت سے پہلے ہمارے علوم تھے لیکن بے جان تھے، ہمارے اندر ایمان تھا لیکن ایمانِ اعتقادی تھا، ایمانِ استدلالی تھا، ایمانِ عقلی تھا، معیتِ عامہ حاصل تھی وَهُوَ مَعَكُمْ کی معیتِ اعتقادیہ حاصل تھی؛ لیکن حاجی صاحب کا جب ہاتھ پکڑا اور ذکر اللہ شروع کیا تو دل کے دروازے کُھل گئے، اللہ کا نور قلب میں داخل ہُوا، ایمانِ اعتقادی سے بڑھ کر ایمانِ حالی عطا ہُوا، معیتِ عامہ بڑھ کر معیتِ خاصہ سے تبدیل ہُوئی۔ وَهُوَ مَعَكُمْ کی جو معیتِ اعتقادیہ عقلیہ حاصل تھی وہ معیتِ ذوقیہ حالیہ وجدانیہ سے تبدیل ہوگئی یہاں تک کہ قلب محسوس کرنے لگا کہ ہمارے دل میں اللہ ہے۔ خواجہ صاحب نے جون پُور میں حضرت حکیم الامت سے پُوچھا تھا کہ جب کوئی اللہ والا ہوجاتا ہے اور نسبت عطا ہوجاتی ہے تو کیا اسے پتہ چل جاتا ہے کہ میرے

قلب میں اللہ آگیا اور میں صاحبِ نسبت ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جب آپ بالغ ہُوئے تھے تو کیا آپ کو پتہ نہیں چلا تھا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں یا آپ کو دوستوں سے پُوچھنا پڑا تھا کہ یارو بتانا کہ عزیز الحسن بالغ ہُوا یا نہیں۔ بس کیا عجیب مثال دی۔ فرمایا کہ ایسے ہی ایک مُدّت اہل اللہ کے فیضانِ صُحبت سے، ذکر و فکر سے، گناہوں سے بچنے سے جب رُوح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ والی ہوجاتی ہے تو اس کے اندر کچھ جان ہی اور آجاتی ہے درد بھرا دل عطا ہوجاتا ہے اور آدمی محسوس کر لیتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ کی معیتِ خاصہ عطا ہوگئی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بہو نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جی جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھے جگا دینا ایسا نہ ہو کہ میں سوتی رہ جاؤں اور بچہ پیدا ہوجائے تو ساس نے جواب دیا کہ بیٹی جب تیرے بچہ پیدا ہوگا تو ایسا درد شدید پیدا ہوگا کہ تُو خود بھی جاگے گی اور محلّہ بھر کو جگائے گی۔ حضرت حکیم الامت اس مثال کو دے کر فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنی محبت کا درد کسی کو عطا فرماتا ہے تو پھر وہ خود بھی جاگتا ہے اور ایک جہان کو جگاتا ہے۔ اور اِس درد کو لئے ہُوئے جدھر سے گذرتا ہے اللہ کی محبت کا پیغام نشر کرتا چلا جاتا ہے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

احقر کا ایک شعر ہے اہل اللہ کی شان میں ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لئے ہُوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہُوئے

وہ اپنے درد سے مجبور ہوتا ہے اس کے لئے یہ ناممکن ہوتا ہے کہ کسی معاشرہ میں وہ اللہ کو یاد نہ کرے۔

تو میرے دوستو! میرا موضوع یہ چل رہا تھا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب تک دُنیائے فانی سے دل اچاٹ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا تعلقِ خاص نصیب نہیں ہوگا دل ایک ہی ہے اس کو یا خدا کو دے دو یا دُنیا کو۔ حضرت مفتی شفیع صاحب نے ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ فرمایا کہ دُنیا کو ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز لیکن دل میں رکھنا حرام۔ دل اللہ کا گھر ہے۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ فرماتے ہیں

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

دل خدا کا گھر ہے، یہ بُت خانہ نہیں ہے کہ اس میں بتوں کو بسالو اگر دل میں غیر اللہ کی محبت آگئی تو یہ مٹی مٹی پر مٹی ہو کر مٹی ہو جائے گی اور اگر اس مٹی کے اندر خدا کی محبت پیدا ہو گئی تو یہی مٹی قیمتی ہو جاتی ہے لیکن اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو۔ اس کا سب سے آسان طریقہ اہل اللہ سے تعلق ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل کے لوگ کہتے ہیں کہ اب اہل اللہ نہیں رہے، اب حاجی امداد اللہ نہیں رہے، شمس الدین تبریزی نہیں رہے، بایزید بُسطامی نہیں رہے حالانکہ حکیم الامت قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس زمانہ میں بھی بایزید بُسطامی ہیں اور شمس الدین تبریزی اور جلال الدین رُومی اور جُنید بغدادی اور بابا فرید موجود ہیں لیکن آنکھ ہونی چاہیئے۔

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
درد ہو پیاس ہو طلب ہو تو آج بھی قطب و ابدال نظر آجائیں کیوں ؟

اس لئے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ کی آیت قیامت تک کے لئے ہے۔ صالحین متقین کاملین کی صحبت میں خدا بیٹھنے کا حکم دے اور کاملین نہ پیدا کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی باپ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کہے کہ بیٹو! روزانہ آدھا سیر دُودھ پیا کرو تاکہ طاقتور ہو جاؤ اور دُودھ کا انتظام نہ کرے پس جب اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ کا حکم قیامت تک کے لئے نازل فرما دیا تو معلوم ہُوا کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

پس یہ کہنا کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے یہ نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان نے ہماری قیمت کو ہماری نگاہوں میں بہت کر رکھا ہے اور یہ بہکا رکھا ہے کہ تم بہت بڑے آدمی ہو، جب تک جُنید بغدادی تمہیں نہ ملیں تمہارا علاج نہیں ہی نہیں ہوسکتا۔

تو میرے دوستو! جتنے اولیاء اللہ آئے ہیں ان کی زندگی میں لوگوں کا خیال ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہ معمولی ہیں، پچھلے والے اچھے تھے لیکن جب ان کا انتقال ہوجاتا ہے، پھر ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ دیکھئے جسمانی علاج میں اگر یہاں مکہ شریف میں کسی کو بخار آجائے تو پھر وہ حکیم اجمل خان کا انتظار نہیں کرے گا کہ قبرستانِ دہلی سے اُٹھ کر آئیں اور میرا علاج کریں کیونکہ میں بڑا آدمی ہوں بڑے طبیب ہی سے علاج کراؤں گا۔ جو موجودہ معالجینِ جسمانی ہیں ان سے ہی علاج کرائے گا۔ ایسے ہی جو معالجینِ رُوحانی اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں ان سے ہی ہم اور آپ بایزید بسطامی اور حاجی امداد اللہ بن سکتے ہیں یعنی صاحبِ نسبت ہوسکتے ہیں گو اس درجہ کے نہ سہی۔ اوّل تو اصل مقصود اللہ کی رضا ہے، درجہ اور مقام کی فکر ہی نہ کرنی چاہیئے۔ تقویٰ حاصل ہو جائے، گناہ کی

عادتیں چھوٹ جائیں، ہم اللہ والے ہوجائیں، صاحبِ نسبت ہوجائیں یہی کافی ہے۔

اور صاحبِ نسبت کس کو کہتے ہیں؟ صاحبِ نسبت کہتے ہیں مومن متقی کو اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ ایمان اور تقویٰ یہ دو جُز عطا ہوجائیں تو انسان صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایمان تو الحمدُ للہ ہم کو حاصل ہی ہے بس تقویٰ اگر اور حاصل کرلیں تو ہم صاحبِ نسبت یعنی اللہ والے ہوجائیں۔ صاحبِ نسبت بننے کا طریقہ جس پر ایک ہزار سال سے ہمارے تمام سلسلے چشتیہ، سُہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ کے اولیاء کا اجماع ہے وہ تین طریقوں پر موقوف ہے۔

۱: کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق کیا جائے، چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں بغیر چراغ کے نہیں جلتے ؎

قریب جلتے ہُوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو آگ کی خاصیّت وہ عشق کی خاصیّت
اِک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بخانہ ہے

آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے اور اللہ کی محبّت کی آگ دلوں سے دلوں میں لگتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اُن دلوں کے ساتھ پیوند کرلیا جائے جو خدا کے عشق میں جل رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ نے ولایت کا راستہ بند کردیا ہے؟ کیا اب ہم اپنے باپ دادا جیسے نہیں بن سکتے؟ کیا خدائے تعالیٰ نے نبوّت

کی طرح ولایت کا دروازہ بھی بند کر دیا ہے ؟ ہرگز نہیں یہ سخت غلط فہمی ہے۔ واللہ میں حدودِ حرم میں کہتا ہوں کہ آج بھی خدائے تعالیٰ کی ولایت کے تمام راستے کھلے ہُوئے ہیں ، آج بھی اللہ کی دوستی کا دروازہ کھُلا ہُوا ہے ، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے سینوں میں جیسی اللہ کی ولایت تھی آج بھی اس کا دروازہ کھُلا ہوا ہے صرف نبوّت کا دروازہ بند ہُوا ہے آج بھی ہم اور آپ اللہ کے فضل سے ولی بن سکتے ہیں یہاں تک کہ صِدّیقیّت کا مقام بھی کھلا ہُوا ہے اللہ نے قرآن میں جمع کا صیغہ صِدّیقِیْن استعمال فرمایا ہے ، صدیق کلّی مشکک ہے ۔ اس کے اندر متفاوت درجات ہیں۔ صدّیقِ اکبر تنہا صدیق نہیں تھے البتہ صدیق اکبر جیسا کوئی صدیق نہیں ہو سکتا وہ اس صدیقیت کی کلّی کے فرد کامل تھے ، اکمل ترین تھے لیکن یہ ہماری غفلت ہے جو ہم سمجھتے ہیں کہ اب ہم حاجی امداد اللہ نہیں بن سکتے ۔

دوستو ! قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے ، ولایت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ولایتِ علیا کے بھی۔ یہ نہیں کہ اب چھوٹی موٹی ولایت ہی مل سکتی ہے اور اب اولیاء اللہ گھٹیا درجہ کے پیدا ہوں گے ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھئے ۔ یہ غلط عقیدہ ہے ۔

حضرت مجدّد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم اُٹھائی ہے ، ہم سب کو اپنے حکیم الامت سے تو حُسنِ ظن ہے فرماتے ہیں خدا کی قسم اولیاء اللہ کی ساری کرُسیاں آج بھی پُر ہیں ، صرف نبوّت کا دروازہ بند ہوا ہے ۔ پھر یہ شعر پڑھا تھا

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اللہ کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہُوئے ہیں ، اللہ کی رحمت

کے مے خانے آج بھی کھلے ہوئے ہیں اور ان کے مست آج بھی موجود ہیں، قطب الاقطاب، غوث وابدال آج بھی موجود ہیں لیکن افسوس کہ ان سے استفادہ کرنے والے کم ہوگئے۔ افسوس ان کے جام سے پینے والے کم ہوگئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ والا بننے کا طریقہ کیا ہے۔ بزرگوں نے بتلایا ہے کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق قائم کرلیا جائے جس کا نہ ہو۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کا کسی بزرگ سے تعلق نہیں ہے اور پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے ان کو چاہیئے کہ وہ کسی کو اپنا مشیر بنالیں۔ دین کے معاملہ میں کسی بزرگ سے مشورہ کرکے عمل کرتے رہیں۔ نفس کی اصلاح کے بارے میں مشورہ لیتے رہیں اور عمل کریں۔ اصلاح کے لئے اتنا ہی کافی ہے بیعت ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوری شیخ الحدیث تھے، مُرید نہیں ہُوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی سے اصلاح کا تعلق قائم کیا اور ایک مدت بعد جب حضرت شیخ تھانوی نے دیکھا کہ قلب مجلّٰی ہوگیا، نفس کی اصلاح ہوگئی خلافت عطا فرمادی۔ مولانا کیملپوری نے عرض کیا حضرت میں تو آپ کا مُرید بھی نہیں ہوں اور آپ مجھے خلافت عطا فرمارہے ہیں۔ فرمایا کہ اصلاحِ نفس تو فرض ہے اور بیعت سُنّت ہے۔ آپ نے تو فرض کام کیا ہے۔ لاؤ اب بیعت بھی کرلیتے ہیں۔ تو مُریدی بعد میں ہوئی اور خلافت پہلے ملی۔ معلوم ہُوا کہ اصلاحِ نفس فرض ہے جیسے نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے زکوٰۃ فرض ہے اور ظاہر ہے کہ فرض کی اہمیّت سُنّت سے زیادہ ہوتی ہے۔

ایک عالم کے سامنے حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ ہر شخص کو کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے تو اُنہوں نے کہا کہ صاحب

ضروری کیوں ہے فرمایا کہ فرض عین ہے۔ اس لئے کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ یہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا بدل ہے اور بدل کی چار قسموں میں سے بدل الکل ہے اور بدل ہی مقصود ہوتا ہے تو اللہ کا راستہ منعم علیہم کا ہاتھ پکڑنے سے طے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب کا شعر ہے

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور فرمایا

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہاری رُوحانیت گناہ کرتے کرتے یا غفلت کی زندگی سے کمزور ہوگئی ہے اور تمہاری رُوح نفس کے مقابلہ میں خرگوش ہوگئی ہے اور خرگوش کبھی شیر کا شکار نہیں کرسکتا فرماتے ہیں

شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

تمہارا نفس شیر ہے اور تم باعتبار ضعیف رُوحانیت کے خرگوش ہو اور خرگوش شیر پر غالب نہیں آسکتا لہٰذا کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرو ؎

ہیں مپرالّا کہ باپرہائے شیخ

مولانا فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے کے پروں کے ساتھ اُڑو۔ اپنے نفس کے کرگسی پَروں سے مت اُڑو کیونکہ نفس مثل کرگس (گدھ) کے مُردہ خور ہے یہ دُنیائے مُردار کی طرف اُڑا کرلے جائے گا تم کسی اللہ والے کے پروں سے وابستہ ہو جاؤ کہ ان کا تعلق عالمِ قدس سے ہوتا ہے وہ تمہیں دُنیائے مُردار کی محبت سے نکال کر اللہ تک پہنچا دیں گے۔ فرماتے ہیں

ہیں میسر الّا کہ باپر ہائے شیخ
تا بہ بینی کرو فرِ ہائے شیخ

اللہ والوں کے پروں کے ساتھ اڑو کیونکہ ان کے پَر کرگسیت سے پاک ہو چکے ہیں لہٰذا وہ تمہیں دُنیائے فانی و ناپاک پر نہیں گرِنے دیں گے۔ تم ان کی برکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے۔ اللہ والوں کی کیا شان ہے اور ان کے فیضانِ صحبت سے کیا ملتا ہے مولانا ہی کی زبان سے سُنئے۔ فرماتے ہیں ؎

باز سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مُردارم و کرگس نیم

میں بازِ سلطانی ہو چکا ہوں یعنی اللہ کا مقرب بن چکا ہوں اب میں کرگس نہیں ہوں کہ مُردہ خوری کروں۔ میں مُردہ خوری سے باز آچکا ہوں یعنی جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اس کے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جاتے ہیں اور دُنیا کی محبت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیں مولوی صاحب مولوی صاحب کہتے تھے لیکن شمس الدین تبریزی کی چند دن غلامی سے کیا ہُوا فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے رُوم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

شمس الدین تبریزی کی غلامی سے مولوی جلال الدین مولائے رُوم بن گیا، آج ساری دُنیا اسے مولانا رُوم کہتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جس دن اللہ کی محبت آئے گی تو اللہ کے راستہ کے جتنے کنکر پتھر ہیں سب پس جائیں گے۔

عِشق ساید کوہ را مانند ریگ

خدا کی محبت پہاڑوں کو پیس دیتی ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ صاحب میرے لئے یہ مشکل ہے، وہ مشکل ہے یہ اسی وقت تک ہے جب تک اللہ کی محبت نہیں ملی۔ جس دن خدا کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی مشکل کے سارے پہاڑ پیس کر ریت بنا دے گی۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ

عشق پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے اور

عشق جوشد بحر را مانند دیگ

اللہ کی محبت سمندر کو جوش دے سکتی ہے تو یہ ہمارا آپ کا سینہ کیا چیز ہے۔ اب میں مولانا کا ایک مضمون پیش کرتا ہوں چونکہ یہ درس مثنوی کا ہے اور ساتھ جو کچھ بیان ہو رہا ہے یہ سب مثنوی ہی ہے کیونکہ مثنوی کا مقصد اللہ کی محبت پیدا کر دینا ہے اور بس۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مستِ خدا

فرماتے ہیں ساری مخلوق اطفال ہے، نابالغ ہے سوائے اللہ کے دیوانوں اور عاشقوں کے۔ اب بہت سے سفید ریش لوگ کہیں گے کہ مولانا رُوم کے فتویٰ سے تو ہم لوگ نابالغ ہو گئے لیکن اس کی تشریح مولانا ہی کی زبان سے سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مستِ خدا

ساری مخلوق بچے ہیں اطفال ہیں نابالغ ہیں سوائے مست خدا کے۔ کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ مولانا اس کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ؎

نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

کوئی شخص اس وقت تک بالغ نہیں جب تک کہ اپنے نفس کی

خواہشات سے رہائی نہ پا جائے، اپنی خواہشات پر غالب نہ ہو جائے۔ جب تک اپنے نفس سے مغلوب ہے کہ جو جی چاہا کر لیا اور اللہ کا فرمان توڑ دیا تو معلوم ہُوا کہ اس کی رُوح ابھی بالغ نہیں ہُوئی یعنی اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچی اگر رُوح اللہ والی ہو جاتی تو نفس پر غالب آجاتی اس لئے ہر وہ شخص نابالغ ہے جو خواہشاتِ نفسانیہ سے پاک نہیں ہُوا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست

یعنی جب تک تمہاری خواہشات جوان ہیں تمہارا ایمان تازہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں ؟

کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

کیونکہ خواہشاتِ نفسانیہ اللہ کے قرب کے دروازے کے تالے ہیں۔ اب مولانا اس کی تشریح آگے فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو! ہم نے جو تم کو نابالغ قرار دیا تو تم رُومی کو کچھ کہنا مت، اس کی تشریح بھی سُن لو۔ فرماتے ہیں ؎

ہندی و قپچاقی و ترکی و حبش

آپ کے یہاں مکہ شریف میں چار حاجی آئے۔ ایک ہندوستانی آیا ایک قپچاقی جو ترکوں کی ایک قوم ہے، ایک ترکستانی آیا اور ایک حبشی آیا۔ سب کے رنگ الگ الگ ہوتے ہیں۔ حبشی بالکل کالا ہوتا ہے، ترکیوں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے، ہندوستانی کا رنگ گندمی ہوتا ہے اور قپچاقی کا رنگ تھوڑا سا پھیکا ہوتا ہے چار رنگ کے لوگ آئے اور چاروں کا مان لو انتقال ہو گیا۔ پھر کیا ہُوا ؎

جملہ یک رنگ اند اندر گور خش

جب قبرستان میں چاروں لِٹا دئے گئے اور چھ مہینے کے بعد چاروں

کی قبریں کھودی گئیں۔اس ترکی کی، اس قیچاقی کی، اس حبشی کی اور اس ہندوستانی کی تو معلوم ہُوا کہ مٹی کا ڈھیر پڑا ہُوا ہے ، نہ ترکی کا سُرخ رنگ نظر آرہا ہے، نہ حبشی کا کالا رنگ نظر آرہا ہے نہ ہندوستانی کا گندمی رنگ باقی ہے نہ قیچاقی کا کوئی رنگ ہے، سب خاک ہو گئے۔

دوستو ! کیا صُورتوں پر جارہے ہو ارے یہ سب مٹی ہے جس کو خدا نے رنگین کر دیا ہے۔ مولانا آگے اور تشریح فرماتے ہیں۔ یہ مولانا رُوم کا احسان ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ایں شراب و ایں کباب و ایں شکر
خاک رنگین است و نقشیں اے پسر

یہ شراب یہ کباب اور یہ شکر کیا ہے یہ مٹی ہی ہے بس اس کو اللہ تعالیٰ نے رنگین کر دیا ہے۔ کسی کو کباب بنا دیا، کسی کو شراب بنا دیا، کسی کو انسان۔ جو چاہیں وہ بنا دیں لیکن سب کا خمیر مٹی ہی سے بنا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ

از خمیرے شیر واشتر می پزند

مائیں جب آٹا گوندھتی ہیں تو اسی آٹے کے خمیر سے شیر اور اُونٹ بناتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا حال ہوتا ہے۔

کودکاں از حرص او کف می زنند

چھوٹے بچّے اس کی حرص میں ہاتھ ملتے ہیں کہ اماں یہ اُونٹ ہم کو دینا، دُوسرا کہتا ہے کہ نہیں یہ میں لوں گا ، بچّے آٹے کے شیر اور اُونٹ پر لڑ رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں ؎

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں

حالانکہ آٹے کی روٹی بنی ہوئی رکھی ہے لیکن اس پر بچے توجہ نہیں کر رہے ہیں، اس اُونٹ اور شیر پر لڑائی کر رہے ہیں اگرچہ یہ آٹے کا بنا ہوا شیر اور اُونٹ جب منہ میں جائے گا تو روٹی ہی بن جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ؎

ایں نگر ناید بہ فہم کودکاں

لیکن یہ بات بچوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اب مولانا اہلِ دُنیا کا نابالغ ہونا ثابت کرتے ہیں کہ اے اہلِ دُنیا! تمہارا بھی تو یہی حال ہے کہ مٹی کی عورتوں اور مٹی کے مکان، مٹی کے بچوں اور مٹی کے بریانی و کباب غرض مٹی کی ان چیزوں ہی سے دل لگائے ہوئے ہو حالانکہ یہ مٹی کی مختلف شکلیں ہیں، قبر میں سب مٹی ہو جائیں گی اور ایک دن تم سے چھوٹ جائیں گی۔ جس چیز سے تمہیں چھوٹنا ہے اس سے تو تمہیں گوند ہلکا لگانا چاہیئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرکاری کاغذ آجائے لیکن اسے مثلاً ریاض میں بھیجنا ہو تو لفافہ پر ہلکا گوند لگائیں گے کیونکہ اسے پھر اکھاڑنا ہے۔ اسی طرح جس دُنیا سے ہمیں الگ ہونا ہے اس سے ہلکا گوند لگانا چاہیئے یعنی دل کا تعلق اس سے معمولی ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیں ہمیشہ رہنا ہے وہاں ہمیں گہرا گوند لگانا چاہیئے یعنی حق تعالیٰ سے دل کا تعلق اشد ہونا چاہیئے چنانچہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ تم اُس بادشاہ کی طرح بے وقوفی نہ کرنا جس نے باہر سے لذتیں درآمد کرنے کا انتظام کیا تھا، پانچ دریاؤں سے پانی کو درآمد کر رہا تھا اور قلعہ کے اندر کوئی کنواں نہیں تھا ایک دن وزیر نے کہا کہ حضور اندر کوئی پانی کا کنواں کھود لیں، قلعہ کے اندر پانی کا کھاری چشمہ بھی کام آئے گا۔ جب دشمن بادشاہ حملہ کر دے گا تو جو پانچ دریا باہر سے اندر آرہے ہیں ان کو بند کر دے گا۔ اس وقت قلعہ کے اندر کھاری کنویں سے جان تو بچ جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم کسی ملّا کے پاس اُٹھنے

بیٹھنے لگے ہو جو یہ انجام کی باتیں کر رہے ہو، ارے ملّاؤں کی بات چھوڑو ؎

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خُدا جانے

آخر وہ دن آگیا۔ دشمن بادشاہ نے حملہ کر دیا، پتہ لگا لیا کہ قلعہ کے اندر کچھ پانی نہیں ہے۔ باہر سے پانچوں دریا بند کر دئے۔ تمام شاہزادے اور بادشاہ پیاسے مر گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا جسم جو ہے اس کے اندر کوئی مزہ نہیں ہے۔ تم بھی باہر کے پانچ دریاؤں سے اس جسم کے قلعہ کے اندر لذت درآمد کر رہے ہو۔ کچھ چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ کر لطف لیتے ہو، اس قوت کا نام قوتِ باصرہ ہے۔ کچھ چیزوں کو سُن کر مزہ لے رہے ہو اس قوت کا نام قوتِ سامعہ ہے۔ بعض چیزوں کو سُونگھ کر مزہ لے رہے ہو، اس قوت کا نام قوت شامہ ہے۔ بعض چیزوں کو چھُو کر مزہ لے رہے ہو، یہ قوتِ لامسہ ہے۔ اسی طریقہ سے بعض چیزوں کو چکھ کر لذت حاصل کر رہے ہو اس کا نام قوتِ ذائقہ ہے۔

اب دیکھئے ہم دُنیا میں کتنے ہی بڑے امیر ہو جائیں ان پانچ راستوں کے علاوہ اس دُنیا سے لذتوں کو نفس کے اندر درآمد کرنے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ چاہے ہم کروڑ پتی ہوں یا ارب پتی ہوں بادشاہ ہو جائیں یا فقیر ہو جائیں چاہے کتنے ہی طاقتور ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں ان پانچ راستوں کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے دُنیا کی لذتیں درآمد کرنے کا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کب تک باہر سے لذتوں کو درآمد کرتے رہو گے ایک دن عزرائیل علیہ السلام آئیں گے اور حواس خمسہ پر پہرہ لگ جائے گا، کانوں پر پہرہ لگ جائے گا، ناک پر پہرہ لگ جائے گا، زبان پر پہرہ لگ جائے گا

بچہ کہے گا ابا مجھے دیکھ لو۔ آنکھیں کھلی ہوں گی لیکن اب دیکھ نہیں سکتے۔ دیکھنے میں صُورتاً آنکھیں ہوں گی لیکن اب اِن میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔ اکبرالٰہ آبادی جج کہتے ہیں۔ ؎

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھُلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

مُردے کی آنکھیں کھُلی ہوتی ہیں لیکن بینائی ختم ہوجاتی ہے دیکھئے ایک دن جب ایسا آنے والا ہے تو ابھی سے اس کا مراقبہ کیجئے کہ آنکھیں کھُلی ہیں مگر اب دیکھ نہیں سکتے۔ اب بیوی بچے کہتے ہیں ہمیں دیکھ لو لیکن دیکھ نہیں سکتے، کان ان کی بات نہیں سُن سکتے۔ تجوری میں نوٹوں کی گڈیاں موجود ہیں، تمام سلام کرنے والے موجود ہیں لیکن اب یہ کس کام آرہے ہیں جو لوگ جاہ کی خاطر خدا کو بھُولے ہوئے تھے اور اللہ کو اس معیار سے یاد نہیں کیا جس معیار سے ولایت کا مقام عطا ہوتا ہے اور اللہ میاں کی ہلکی اور تھوڑی سی دوستی پر راضی تھے حالانکہ ایسا نہیں چاہیئے تھا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

اَرَی الْمُلُوْکَ بِاَدْنَی الدِّیْنِ قَدْ قَنَعُوْا
وَمَا اَرَاھُمْ رَضُوْا بِالْعَیْشِ بِالدُّوْنِ

بادشاہ تھوڑے سے دین پر قانع رہتے ہیں لیکن بادشاہوں کو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ تھوڑی سی دُنیا پر راضی ہوں۔

تو میرے دوستو! اللہ کی قلیل محبت پر قناعت کرنا اور وطن اصلی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے ٹوٹی پھُوٹی نماز، ٹوٹی پھُوٹی عبادت پر راضی رہنا سخت نادانی ہے۔ کہتے ہیں دو چار ٹکر مار لیتا ہوں، بس اتنا کافی

ہے۔ ارے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کے ساتھ یہ معاملہ اور وہاں کے لئے ایسی بے پرواہی!

مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو پچھتانا پڑے گا، اس وقت جن حواسِ خمسہ سے دل بہلا رہے ہو یہ پانچوں حواس موت کے وقت بے کار ہوجائیں گے۔ کان موجود ہے۔ بچّہ کہتا ہے ابا! ابا! ابا سُنتے ہی نہیں۔ بیوی کہتی ہے ارے میرے پیارے شوہر! شوہر صاحب سُنتے ہی نہیں۔ اچھا ارے بھائی یہ شامی کباب تو آپ کو بہت پسند تھا اب کھالو۔ زبان ذائقہ کی عارف نہیں رہی، اس کی معرفتِ ذائقہ ختم ہوگئی، اب ذائقہ کو پہچانتی نہیں۔ مُردہ کی زبان پر شامی کباب رکھ دو یا مُرغ کا لقمہ اب زبان لذت کے ادراک سے قاصر ہے۔ اچھا نوٹ کی گڈیاں لے آؤ۔ خادم کہتا ہے کہ حضور یہ ریال جنہیں آپ گِنا کرتے تھے اور حرم کی جماعت چھوڑ دیا کرتے تھے، بہت آمدنی ہوتی تھی آپ کو۔ اب کم از کم یہ ریال تو گِن لیجئے۔ مُردے کی اُنگلیاں ہیں لیکن اب چلتی نہیں ہیں، قوتِ لامسہ بھی ختم۔ اچھا سُونگھنے کے لئے عِطر لے آؤ لیکن اب خوشبو نہیں سُونگھ سکتے، قوتِ شامہ بھی بے کار ہوگئی، سارا معاملہ ختم۔ بس اس دن کا بار بار مراقبہ کیجئے۔

باہر سے در آمد ہونے والی لذتیں فنا ہوگئیں۔ اس وقت قلب میں اللہ کی محبت کا جو خزانہ ہوگا وہی کام آئے گا۔ جنہوں نے اس عارضی و فانی زندگی کے لمحات میں اللہ کو خوب یاد کیا اور اللہ کو ناراض نہیں کیا یعنی گناہوں سے بچے ان کی اس عارضی زندگی کا چراغ جب گُل ہوتا ہے تو فوراً ایک دائمی اور سرمدی چراغ جل جاتا ہے جس کا نور قبر میں، برزخ میں، حشر میں اور جنّت تک ساتھ رہتا ہے۔

بس اپنے قلب کے اندر وہ دولت حاصل کیجئے جو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حاصل کی تھی فرماتے ہیں ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو! ولی اللہ محدث دہلوی کے سینہ میں ایک دل ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی ہیں آسمان کے نیچے کون ایسا میر ساماں، ایسا دولت مند ہے جو میرے مقابلہ میں آسکے کیونکہ اللہ کا ولی جب دُنیا سے جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ کی محبت کی دولت کو اپنی رُوح میں لے کر جاتا ہے اور دُنیادار اگر بادشاہ بھی ہو تو اپنے تخت وتاج کو زمین کے اُوپر رکھ کر زمین کے نیچے تنہا خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر رُوئے خاک

میرے ایک دوست جو اس وقت صدر کے ایک خاص مشیر ہیں، ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان جب صدر تھے تو مجھے دعوت نامہ بھیجا جب میں اسلام آباد پہنچا تو تمام ملٹری لگی ہُوئی تھی اور ایوانِ صدر میں جب داخل ہُوا تو ایوب خان کی شان وشوکت دیکھ کر اور چہرہ بھی اس کا وجیہہ تھا تو میرے جسم پر اس کی ہیبت سے ہلکا سا رعشہ طاری ہوگیا لیکن اس کے انتقال کے بعد ہری پُور میں جب اس کی کچی قبر پر گیا تو بے ساختہ آنسو بہنے لگے کہ یا اللہ یہ وہی بادشاہ ہے جس کو ۲۱ توپوں کی سلامی ملتی تھی، یہ وہی فیلڈ مارشل ہے جس کی وردی سے لوگ ہیبت کھاتے

تھے، یہ وہی ہے کہ کراچی کی سڑکیں جس کے لئے بند کی جاتی تھیں اور ہزاروں فوجی جس کے ارد گرد پہرہ دیتے تھے۔ آہ یہ دُنیا دل لگانے کے قابل نہیں۔ ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اللہ والے بن کر جائیں۔

آج بھی ولایت کے تمام دروازے کھلے ہُوئے ہیں۔ آج بھی ہم اپنے اسلاف کا نام روشن کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے اس شعر پر عمل کرلیں جو اہلِ علم کے لئے بہت کام کا ہے۔ جس کا مفہُوم یہ ہے کہ اے جماعتِ عُلماء! اپنے علم پر ناز مت کرو۔ اپنی زبان پر ناز مت کرو۔

اگر شاعر ہو یا عربی بہت اچھی بولتے ہو تو اپنے شعر پر اور اپنی عربی پر ناز مت کرو۔ بلکہ کسی اللہ والے کی غلامی اختیار کر کے اپنے پندارِ علم کو خاک میں ملا دو پھر دیکھو اللہ کی محبت کی کیسی حلاوت قلب کو عطا ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں ابوجہل جیسی عربی ہم آپ نہیں بول سکتے۔ ہم اس سے زیادہ ماہر نہیں ہو سکتے، عربی بولنے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہوتا، ایمان اور تقویٰ سے ہوتا ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے جب پُوچھا گیا کہ حضرت آپ تو بہت بڑے عالم ہیں؛ آپ تو بُخاری پڑھاتے ہیں آپ کیوں گئے تھے حاجی امداد اللہ صاحب کے پاس۔ فرمایا حاجی صاحب کے پاس میں مسئلہ پُوچھنے نہیں گیا تھا بلکہ مسئلہ پر عمل کرنے میں جہاں جہاں نفس غفلت اور سُستی کرتا تھا اور جہاں نفس ہم پر غالب آجاتا تھا حاجی صاحب کی برکت سے نفس کو مغلُوب کرنے گئے تھے ہم قوتِ عمل لینے کے لئے حاجی صاحب کے پاس گئے تھے علم لینے نہیں گئے تھے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ چاہے کتنے ہی بڑے مولانا بن جاؤ اے

دُنیا والو نفس سے مغلوب رہو گے جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اُٹھاؤ گے ؎

یار مغلوباں مشو ہیں اے غوی
یار غالب جو کہ تا غالب شوی

فرماتے ہیں کسی اللہ والے کی صحبت اٹھاؤ جو اپنے نفس پر غالب ہو چکا ہے اس کی برکت سے تم بھی اپنے نفس پر غالب ہو جاؤ گے اور علم پر عمل کی قوت عطا ہو جائے گی۔ اور اگر ایسے لوگوں کی صحبت میں رہو گے جو اپنے نفس سے مغلوب ہیں تو تم بھی ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے غلام رہو گے کیونکہ جو شخص خود غلام ہے وہ دُوسرے کو کیسے آزادی دلا سکتا ہے۔ ایک قیدی دُوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا، جو قیدی قید خانے سے چھوٹ چکا ہے وہ باہر سے آکر ضمانت لے گا اور وہی رہائی دلا سکتا ہے اس سے مُراد اللہ والے ہیں جو اپنے نفس کی قید سے آزاد ہو چکے۔

تو ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم علماء کو ایسے اللہ والوں سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب اپنے اس شعر میں دیتے ہیں ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

دستارِ فضیلت پر جو علماء کو ناز ہے اگر ان کی یہ دستار فضیلت کسی اللہ والے کی دستارِ محبت میں گم ہو جائے یعنی اگر یہ کسی اللہ والے کی جُوتیاں کچھ دن اٹھالیں تو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو عالم میرے پاس لاؤ

ایک وہ جو اللہ والوں کی جُوتیاں اُٹھائے ہوئے ہے، ان کا تربیت یافتہ ہے اور دُوسرا وہ عالم جس نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اُٹھائی اور مجھے مت بتانا کہ کون سا عالم صحبت یافتہ ہے اور کون سا نہیں، میں پانچ منٹ میں بتادوں گا کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ نہیں ہے۔

میں نے الہ آباد میں عرض کیا تھا اور مدینہ شریف میں بھی حاجی سُلیمان صاحب کے یہاں کہ دیکھئے دو آملے درخت سے گرے اور ان کا مربی یعنی حلوائی ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں آپ کا مربّہ بنانا چاہتا ہوں۔ دونوں نے سوال کیا کہ مربّہ بنانے کے لئے آپ ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ اس نے کہا کہ پہلے ایک بڑی سُوئی سے تمہیں کچوکوں گا اور تمہارا کسیلا اور کھٹا پانی نکالوں گا یعنی پہلے تمہارا تزکیہ کروں گا۔ اس کے بعد پھر تمہیں شیرے میں ڈالوں گا اور تمہیں مرتبان میں رکھوں گا اس کے بعد تمہاری حیثیت اور قیمت بڑھ جائے گی اس کے بعد صدر اور وزیرِ اعظم اور بادشاہ بڑے بڑے عُلماء اور مفتی اعظم جو دل کے مریض ہوں گے وہ تمہیں کھائیں گے اور تم ان کے دل کی قوت بنو گے۔ ایک آملہ نے کہا جب یہ بات ہے تو میں مجاہدہ کو قبول کرتا ہوں۔

دُوسرے نے کہا صاحب! واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ بندہ ہوکر بندہ کی غلامی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ؎

نہ بندہ ہو کسی بندے کے بس میں
تڑپ کر رہ گئی بلبل قفس میں

مجھے قفس میں نہیں رہنا، میں آزادی اور مطلق العنانی چاہتا ہوں۔ مجھے کسی انسان کی غلامی اور تابعداری کی ذلّت گوارا نہیں۔ تو اس مربّی نے کہا ٹھیک

ہے آپ پڑے رہئے یہیں۔ وہ آملہ درخت کے نیچے پڑا رہا، سُورج کی شعاعوں نے اس کو کالا کر دیا اس کی صُورت بھی بگاڑ دی، سیرت بھی بگاڑ دی۔

پھر ایک بنیا آیا جھاڑو سے سمیٹ کر ایک بورے میں بھر کر لے گیا اور بورے کو دُکان میں ایک طرف پھینک دیا۔ کسی کو قبض ہُوا۔ بنیئے سے پُوچھا کہ بھئی ترپھلا ہے۔ کہا کہ ہاں ہے۔ لو بھائی آملہ ہرا بہیڑہ کوٹو اور پھانکو۔ ایک روپیہ میں پانچ سیر کے حساب سے بِکا اور دافع فضلہ بنا یعنی پاخانہ ڈھکیلنے کی خدمت ملی۔ مربّی سے اعراض و انکار کی بدولت یہ ذلیل مقام نصیب ہُوا اور جس نے تربیت کرالی اور مجاہدہ کر کے مربہ بن گیا تو حکیم اجمل خان نے نواب رام پُور کو نسخہ میں لکھا کہ مربہ آملہ گرفتہ از آب گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ نہار مُنہ بخورند اب جو یہ غیر مربہ آملہ مربہ کو دیکھتا ہے تو حسد کرتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو میرے ساتھ درخت سے گرا تھا اسے یہ مقام کیسے نصیب ہو گیا کہ بڑے بڑے لوگ اس کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔

اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے سے اپنے نفس کا تزکیہ کرا کے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے اس کی صُحبت سے ہزاروں مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں اور امراضِ باطنی سے شفا پا کر اللہ والے بن جاتے ہیں اس وقت اس کے وہ ساتھی جنہوں نے اپنی تربیت نہیں کرائی جب دیکھتے ہیں کہ اس کے سینہ میں درد بھرا دل عطا ہو گیا، اس کی باتوں سے لوگ متاثر ہوتے ہیں اور خلقِ کثیر اس کی طرف رجُوع کر رہی ہے تو وہ غیر تربیت یافتہ ساتھی اس پر حسد کرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب وہی تو ہیں جو ہمارے ساتھ شرح جامی پڑھتے تھے۔ بس انہوں نے چند دن فلاں بزرگ کی صحبت اُٹھائی اور پیری مُریدی کے چکر میں پڑ گئے۔ آج تو صاحب ان کا کیا پُوچھنا ہے مزے آ رہے ہیں۔

مُرغوں کی دعوتیں ہورہی ہیں، لوگ ہاتھ پاؤں چُوم رہے ہیں لیکن وہ حسد کی آگ میں یہ نہیں سوچتے کہ آخر یہ لوگ تمہاری طرف کیوں رجوع نہیں کرتے اگر تم بھی اپنے نفس کا تزکیہ کرا کے اپنی خواہشات کی قید اور حُبِّ دُنیا سے آزاد ہو جاتے تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ اب کیوں جلتے ہو۔ جنہوں نے ہمیشہ اللہ کے لئے مجاہدے کئے اپنے نفس کی اصلاح کرائی، مربی کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کی تب اللہ تعالیٰ کا تعلقِ خاص، نسبتِ خاص عطا ہُوئی۔ انہیں انعامات کیوں نہ ملیں گے، جو اپنے کو اللہ کے لئے جلاتا ہے ایک عالم کو خوشبو سے بساتا ہے۔

اور یہ مُرغ کی دعوتیں اور لوگوں کی عزتیں ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اگر ان کے باطن کی حالت کا تم کو مشاہدہ ہو جائے کہ لاکھوں سلطنتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں تو تم بھی اپنی جان کو مجاہدہ کی آگ میں ڈال دو گے بس تم بھی مجاہدے اُٹھاؤ پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدّد الملّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے بحث کی۔ اس نے کہا کہ تزکیۂ نفس کی فرضیت کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مزکّی کی کیا ضرورت ہے۔ میں خوُد کتاب پڑھ کے اپنا تزکیہ کر لوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب تزکیہ فعل لازم ہے یا فعل متعدی۔ کہا فعل متعدی ہے فرمایا کہ کیا فعل متعدی بھی فعل لازم کی طرح اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے اللہ اکبر! کیا علمی نکتہ بیان فرمایا۔

حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسائلِ شریعت و طریقت کو مجھ پر بالکل واضح کر دیا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم لے آؤ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے کہ انشاء اللہ میں اس کو تسلی بخش جواب دوں گا۔ وہ صاحب

بھی بڑے مولانا تھے، سکتے میں پڑ گئے کہ واقعی فعل متعدی تو فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ جَاءَ زَیْدٌ جاءَ فعل لازم ہے، فاعل پر تمام ہو گیا لیکن تزکیہ تو فعل متعدی ہے اس کے لئے ایک مزکّی ہونا چاہئے اور ایک مزکّٰی ہونا چاہئے۔ دیکھئے صحابہ بھی اپنے نفوس کا خود تزکیہ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُزَکِّیْھِمْ ہمارا نبی ان کا تزکیہ کرتا ہے، شخصیتِ رسالت نے تزکیہ کیا صحابہ کے قلوب کا۔ آج بھی وہی نائبینِ رسُول اولیاء کرام علیٰ سبیل نیابت اِس گئے گذرے دَور میں بھی تزکیہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ارے اللہ کے عاشقین کو تلاش کیجئے۔ شمس الدین تبریزی جگہ جگہ چُھپے ہوئے ہیں یہ مولانا رُوم کے زمانہ کے لئے خاص نہیں ہیں قیامت تک ایسے شمس تبریز پیدا ہوتے رہیں گے جو مولوی جلال الدّین کو مولائے رُوم بناتے رہیں گے۔

میں نے ایک دُعا کی ہے آپ بھی یہ دُعا کر لیجئے کہ ؎

یارب ترے عشاق سے ہو میری مُلاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سماوات

یہ میرا ہی شعر ہے۔ میں خدا کے عاشقوں سے ملاقات کی بہت دُعا کرتا رہتا ہوں اور ایک دفعہ میں نے ایک شعر اور کہا تھا کہ ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہُوئے

جیسے حاجی امداد اللہ صاحب جیسے شمس تبریز جیسے مولانا رُومی جیسے مولانا تھانوی یعنی بڑے بڑے اولیاء اللہ کے درمیان اختر جینا چاہتا ہے اور انہیں کے درمیان مرنا چاہتا ہے اس تمنّا کو احقر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

تو میرے دوستو! صاحبِ نسبت اور ولی اللہ بننے کا نسخہ آج اختر عرض کر رہا ہے۔ اور یہ سب ان حضرات ہی کی برکت ہے یہ سب میرے محترم بزرگ ہیں۔ میں واعظ کی حیثیت سے نہیں آیا خادم کی حیثیت سے حاضر ہُوا ہوں کیونکہ یہ بڑوں کی جگہ ہے اللہ ان بزرگوں کی ارواح کو انوار سے معمُور کرے، ان کی اولاد کا حق ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ والا بننے کے لئے پہلی شرط تواضع ہے حدیث پاک ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (مشکوٰۃ ص۴۳۴) تھوڑا سا نفس کو مَنْ تَوَاضَعَ کرنا پڑے گا اس کے بعد رَفَعَهُ اللّٰهُ ہے لیکن تواضُع رفعت کی نیت سے نہ ہو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ تَوَاضَعَ کے بعد لِلّٰهِ داخل کر دیا معلوم ہُوا کہ تواضُع کے فعل پر ثمرۂ رفعت جب مرتب ہوتا ہے جب کہ یہ تواضُع لِلّٰہ ہو یعنی فعل اور ثمرۂ فعل کے درمیان لِلّٰهِ کیوں داخل کیا یہ دفع دخل مقدر ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سوچے کہ جب بلندی ملتی ہے تو چلو تواضع اختیار کر لو۔ جو بڑا بننے کی نیت سے تواضع کرے گا تو یہ صُورت تو تواضع کی ہو گی حقیقت تکبر ہو گی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لِلّٰهِ داخل کر دیا اور یہ لام تخصیص کا ہے مطلب یہ کہ اللہ ہی کے لئے تواضع کرو۔

آج اگر ہم مالدار ہیں اور ہمارے پاس بہت دولت ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اللہ والوں کی جُوتیاں اُٹھائیں۔ لیکن میرے دوستو! آج یہاں مثنوی کا درس ہو رہا ہے یہ صاحبِ مثنوی مولانا جلال الدین رُومی

کون شخص تھے ؟ شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے، بادشاہ کا نواسہ تھا یہ شخص۔ یہ غریب مُلّا نہیں تھا کہ سوچا ہو کہ چلو پیری مُریدی کریں، کچھ دُکان چمکائیں تاکہ نذرانے اور حلوے مانڈے آئیں۔ ان کے پاس اتنی دُنیا تھی کہ بُخاری پڑھانے کے لئے جب پالکی پر چلتے تھے تو طلباء پیچھے پیچھے جُوتا لے کر دوڑتے ہُوئے چلتے تھے۔ اتنا اعزاز حاصل تھا۔

لیکن جب حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کی کہ خدا شمس تبریز کا وقت آخر معلوم ہوتا ہے۔ میرے سینہ میں آپ کی محبت کی آگ کی جو امانت ہے کوئی ایسا بندہ عطا فرما کہ اس کے سینہ میں اس امانت کو منتقل کر دوں، کوئی ایسا سینہ عطا کر دے جو اس قیمتی امانت کا اہل ہو۔ الہام ہُوا کہ اے شمس الدین قونیہ جاؤ میرا ایک بندہ جلال الدین رُومی ہے میری محبت کی آگ کی اس امانت کو جو زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے اس کے سینہ میں منتقل کر دو اس کا سینہ اس کے قابل ہے اور یہ امانت زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی کیوں ہے ؟
اس لئے کہ زمین و آسمان نے انکار کر دیا تھا فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا زمین و آسمان جیسی عظیم القامت مخلوق نے جس امانت کو اٹھانے سے ڈر کر انکار کیا تھا اللہ کے عاشقوں کے دل نے اسے قبول کر لیا جو ڈیڑھ چھٹانک کا ہے مگر اس کو ڈیڑھ چھٹانک کا نہ سمجھو۔ حضرت مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در فراخ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

اللہ والوں کی جانوں میں، ان کے قلُوب میں اتنا پھیلاؤ، اتنی وُسعت ہے کہ ساتوں آسمان کی وُسعت اس کے سامنے تنگ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اللہ والے مصاحب خُورشیدِ حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ اللہ اپنے فضل

سے ان کے قلب میں ایسی وُسعت پیدا کر دیتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے قیدی معلوم ہوتے ہیں۔ جگر مُراد آبادی کا شعر ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مُشت خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

تو دیکھئے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو نہیں دیکھا کہ میں کیا ہوں جب شمس الدین تبریزی کا بستر شاہ خوارزم کے نواسے نے سر پر رکھا تھا تو ایک شعر کہا تھا ؎

ایں چنیں شیخ گدائے کُو بہ کُو
عِشق آمد لا اُبالی فَاتَّقُوْا

میں اتنا بڑا شیخ اور عالم تھا آج اللہ کے عِشق نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ گلی در گلی شمس الدین تبریزی کی غلامی کر رہا ہوں لیکن یہ ان کی غلامی نہیں تھی اللہ ہی کی غلامی تھی۔ اللہ ہی کے لئے مٹایا تھا اپنے آپ کو۔ اہلُ اللہ کا اکرام وہی کرتا ہے جس کے دل میں اللہ کی طلب اور پیاس ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے، گریجویٹ تھے، الہ آباد یُونیورسٹی سے بی۔اے کیا تھا لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند دن کی صحبت سے اللہ کی نسبت پا گئے تعلق مع اللہ سے مشرف ہو گئے اور جب تھانہ بھون سے جانے لگے تو فرمایا ؎

نقشِ بتاں مِٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنا دیا

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہُوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

اور پھر کیا ہُوا شیخ العُلماء بنے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی اپنا مصلح بنایا۔

ایک عالم نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کو اپنا مصلح اور شیخ تجویز کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ بے مثل انتخاب کیا۔ کیوں صاحب یہ گریجویٹ بی اے ڈپٹی کلکٹر انگریزی داں مولانا لوگوں کا شیخ بن رہا ہے! کیوں صاحب یہ عُلماء ایک انگریزی داں کے سامنے کیوں زانوئے ادب تہہ کر رہے ہیں! مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کا مفتی انہیں اپنا شیخ بنا رہا ہے، اور اصلاحی خط و کتابت ہو رہی ہے خواجہ صاحب کو لکھتے ہیں کہ مجھے ایسی ترکیب بتا دیجئے کہ تعلق مع اللہ نصیب ہو جائے۔ خواجہ صاحب جواب لکھتے ہیں کہ بغیر شیخ کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے ہُوئے اللہ نہیں ملا کرتا اور مفتی صاحب کو یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا ؎

پیش مُرشد ذلیل ہو جاؤ
متبع بے دلیل ہو جاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہو جاؤ
یعنی حق کے خلیل ہو جاؤ

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت جو دولت آپ نے حکیم الامت سے پائی ہے مجھے دے دیجئے تو فرمایا ؎

مے یہ ملی نہیں ہے یُوں قلب و جگر ہُوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

فرمایا کہ یہ دولت یوں ہی مُفت میں نہیں ملتی۔ پہلے رگڑے کھاؤ نفس کو مٹاؤ پھر دل دل بنے گا۔ فرماتے ہیں ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پُوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اللہ کا تعلق اگر آسانی سے مل جاتا تو لوگ آسانی سے بیچ بھی دیتے، دُنیا کے عوض بِک جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ مجاہدات کرا کے ملتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہماری راہ میں مشقت اُٹھاتے ہیں ہم ان کو اپنی بارگاہ تک رسائی کے لئے بے شمار دروازے کھول دیتے ہیں جو نعمت مشقت سے ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے لیکن مشقت کا انعام بھی تو عظیم ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

پہنچنے میں ہو گی مشقت جو بے حد
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

جس قلب میں خدا آتا ہے ساری کائنات نگاہوں سے گِر جاتی ہے۔ سلطنت اور تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

میرے دوستو! اب میں ختم کرتا ہوں کیونکہ میرا ارادہ تو صرف پندرہ منٹ کا تھا میں نے کہا تھا کہ میں مولانا سے گذارش کروں گا کہ آپ کے پاس کتنا وقت ہے۔ میں مولانا کا تابع رہوں گا وقت میں کیونکہ اپنے بڑوں

کی اولاد ہیں۔ (اس مقام پر مولانا مسعود شمیم صاحب مدظلہٗ نے وعظ جاری رکھنے کی فرمائش کی کہ آپ کی مجلس تو اب انشاء اللہ آئندہ حج میں ہی نصیب ہوگی۔اس پر حضرت والا نے دوبارہ بیان شروع فرمایا۔جامع)

تو حضرت شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت کے بعد مولانا رُومی پر حق تعالیٰ نے علوم کے دریا کھول دئے۔ اہل اللہ کی صحبت و خدمت و تربیت کی برکت سے جو عالم اللہ والا ہوجاتا ہے اس کے علم میں اور غیر تربیت یافتہ عالم کے علم میں کیا فرق ہوتا ہے اس کی مثال سُن لیجئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک حوض کھود یئے اور اس میں پانی بھر دیجئے اور پھر پانی نکالنا شروع کر دیجئے، کب تک چلے گا آخر ایک دن ختم ہو جائے گا اور اگر اتنی کھُدائی کی جائے کہ سوتہ جاری ہوجائے، زمین کے نیچے سے پانی نکل آئے تو اس حوض کا پانی ختم نہیں ہوگا۔ یہ مثال ہے ان اللہ والوں کے علم کی جو اللہ والوں کی جُوتیاں اُٹھانے سے، گناہوں سے بچنے سے، ذکر و فکر کے دوام سے یعنی صحبتِ اہل اللہ اور دوام ذکر اللہ اور تفکر فی خلق اللہ سے عطا ہوتا ہے یعنی وہ سوچتے رہتے ہیں کہ آسمان و زمین و سُورج و چاند کا کیا مقصد ہے۔ان کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کا ہم پر کیا حق ہے وغیرہ۔ یہ نہیں کہ بس کھاؤ پیو اور مست رہو۔ اس کی برکت سے اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم عطا ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جیسے پانی کا سوتہ کہ جس سے ہمیشہ پانی نکلتا رہتا ہے۔ مولانا رُومی جب صاحبِ نسبت ہُوئے تو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار اللہ نے ان کی زبان سے نکلوائے اور جس پر نظر عنایت کی صاحبِ نسبت ہوگیا۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب میں شعر کہتا ہوں تو بعض وقت سوچتا ہوں کہ اس شعر کا قافیہ کیا ہوگا ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من
گویدم من دیش جز دیدار من

جب میں قافیہ سوچتا ہوں تو میرا محبوب آسمان سے آواز دیتا ہے کہ اے جلال الدین مت سوچ، بس میری طرف متوجہ رہ۔ مثنوی تو میں لکھوا رہا ہوں میں ہی مضامین و قوافی الہام کروں گا۔

آخر میں ایک قصہ مولانا نے چھیڑا جب مثنوی کے چھ موٹے موٹے دفتر مکمل ہو گئے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہو گئے سیکڑوں قصے بیان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے الہامی ہونے کے ثبوت میں اپنے آفتابِ علم کی محاذات کو مولانا رُومی کے قلب سے ہٹا لیا یعنی علوم و معارف کے جو واردات غیبیہ حق تعالیٰ کے سرچشمۂ علم سے دل میں آ رہے تھے، بند ہو گئے تو مولانا سمجھ گئے کہ اب مثنوی ختم ہو رہی ہے اور حق تعالیٰ اس آخری قصہ کو ادھورا رکھنا چاہتے ہیں اس وقت فرمایا کہ اب غیب سے مضامین کی آمد نہیں ہو رہی ہے اس وجہ سے مضامین میں اب کیف نہیں رہا لہٰذا میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا اب خاموش ہونا ہی بہتر ہے۔ فرمایا کہ ؎

اے حسام الدیں درچہ بند کن
سخت خاک آلود می آید سخن

میرے چاہِ باطن کا چشمہ خشک ہو گیا لہٰذا اب میرا آبِ سخن خاک آلود آ رہا ہے یعنی گفتگو میں اب نور نہیں لہٰذا اب اپنی زبان پر مُہرِ سکوت لگاتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

چُوں فتاد از روزنِ دل آفتاب
ختم شُد واللہ اعلم بالصواب

میرے دریچۂ قلب کے سامنے اللہ کے علم کا جو آفتاب مضامین القاء کر رہا تھا وہ قلب کے محاذات سے اُفق میں ڈوب گیا لہٰذا یہ مثنوی ختم ہوگئی۔ یہ مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کا سب سے آخری شعر ہے آج مثنوی ختم ہورہی ہے اور وہ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔

اور اس کے بعد مولانا کا آفتاب بھی غرُوب ہوگیا اور غرُوب ہی کے وقت دفن بھی ہُوئے حالانکہ انتقال تو صبح ہُوا تھا لیکن جنازہ میں اتنا اژدہام تھا کہ کندھا بدلتے بدلتے اور چیونٹی کی چال چلتے چلتے شام ہوگئی۔

مثنوی میں مولانا رُومی نے ایک پیشین گوئی بھی کی تھی کہ ایک نورجاں پیدا ہوگا جو اس مثنوی کو پورا کرے گا۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا مصداق مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی ہیں جو چھ سو برس بعد کاندھلہ میں پیدا ہُوئے۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ چھ سو برس پہلے پیشین گوئی کر رہے ہیں جس کو اللہ نے چھ سو برس بعد پُورا فرمایا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو کتابیں جو پڑھ لے گا وہ خدا کے عشق و محبت کی دولت پا جائے گا۔ ایک مثنوی مولانا رُوم اور دُوسری گلزار ابراہیم۔ یہ اللہ کی تڑپ پیدا کرنے والی کتابیں ہیں۔

دوستو! آج کل مثنوی پڑھنا اور سمجھنا تو مشکل ہے میری شرح جو"معارفِ مثنوی" کے نام سے ہے اکابر نے پسند کی ہے اور گلزار ابراہیم بھی منگا لیجئے کیونکہ گلزار ابراہیم میں عجیب عارفانہ اشعار ہیں۔ میں نے ابھی حرم میں اس کے چند اشعار پیش کئے تھے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ قلب پر اللہ کا فضل جب ہو جائے گا تب یہ کعبہ کعبہ معلوم ہو گا گھر کی محبت جب ہوتی ہے جب گھر والے سے محبت ہو۔ جن لوگوں نے اہل اللہ سے اللہ کی محبت سیکھ لی ان کو ہی کعبہ کی

محبت معلوم ہوتی ہے ورنہ بہت سے لوگ جوش میں ہجرت کرکے آ گئے کہنے کو گھر کے قریب ہو گئے لیکن گھر کے قریب کیا ہُوئے ریال کے قریب ہو گئے۔ مولانا محمد احمد صاحب کا شعر یہ تھا کہ ؎

کسی کو آہ فریبِ کماں نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ مآل نے مارا

میں نے اس میں یہ ترمیم کر دی ہے ؎

کسی کو آہ فریبِ کماں نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ ریال نے مارا

(اس شعر پر تمام سامعین ہنس پڑے۔ جامع)

اتنی دُور سے آئے لیکن حرم کی نمازیں جا رہی ہیں، یہ دھڑا دھڑ ریال گن رہے ہیں۔ گلزارِ ابراہیم کے اشعار بہت عجیب ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

ابُو جہل کعبہ میں پیدا ہُوا تھا۔ اس کی ماں طواف کر رہی تھی، حالتِ طواف میں پیدا ہُوا۔

فرماتے ہیں کہ ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو
لا دے بُت خانہ سے وہ صدیق کو
اہلیہ لُوط نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہو وے طاہرہ
زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
فہم سے بالا خدائی ہے تری
عقل سے برتر خدائی ہے تری

یہ گلزار ابراہیم کے اشعار ہیں۔ حضرت تھانوی نے بلاوجہ تھوڑی فرمایا تھا کہ اس کو پڑھا کرو۔ واقعی اس کے پڑھنے سے معرفت بڑھتی ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تین کام کر لئے جائیں تو قلب میں اللہ کا نورِ خاص اور معیتِ خاصہ حاصل ہو جائے۔ دل اسی وقت دل کہلانے کے قابل ہوتا ہے جب اس میں اللہ کی محبت آجائے ورنہ وہ دل صورتاً دل ہے جیسے نہر تو اسناد مجازی کے طور پر اس کو بھی کہہ دیتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کہہ دیتے ہیں نَھْرٌ جَارٍیٌ حالانکہ پانی جاری ہوتا ہے نہر کہاں جاری ہوتی ہے ایسے ہی ہمارے قلوب ہیں لیکن اللہ کے قُرب کا دریا ان کے اندر نہیں ہے۔ یہ دل اُس وقت دل کہلانے کے قابل ہوگا جب اس میں اللہ کے قرب کا پانی گذر جائے یعنی ایمان استدلالی عقلی ایمان حالی وجدانی سے تبدیل ہو جائے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ معیتِ عامہ تو ہر مُسلمان کو حاصل ہے، معیتِ خاصہ اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہے قلب محسوس کرتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اپنے خاص عاشقوں کو اللہ اپنا رابطہ عطا کر دیتا ہے جن کو پہلے وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی کا مقام نصیب ہوتا ہے خالی اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا تک نہیں اٰمَنُوْا سے خالی یہ مقام حاصل نہیں ہوتا وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی جب ہدایت میں ترقی ہوتی ہے پھر وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کا مقام عطا ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ سے رابطہ

خاص جس کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے
تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دَم مگر آواز نہیں ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلب میں ہر وقت ایک آواز آتی ہے کہ یہ کرو، یہ نہ کرو اللہ تعالیٰ سے تعلقِ خاص کے بعد عالمِ غیب سے ہر وقت رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔

میرے دوستو ! آج بھی ہماری قیمت زیادہ ہوسکتی ہے میں درد بھرے دل سے ایک بات عرض کررہا ہوں کہ آج امتِ مسلمہ ہم لوگوں کو (یعنی جو چند حروف علم کی نسبت اپنی طرف رکھتے ہیں) دیکھ کر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی کو اپنی نگاہوں سے تلاش کرتی ہے کہ ہائے کہیں ایسے عاشقانِ باوفا بھی ہیں۔آج امت ہمیں اپنے اسلاف کے معیار پر ڈھونڈ رہی ہے۔

تو میرے دوستو ! بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ والا ہونا کوئی محالات میں سے نہیں ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ ولایت محالات میں سے نہیں ہے۔ نبوت تو محال ہے ولایت آسان ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو ہی جُز سے تو ولایت بنتی ہے۔ایک ایمان دُوسرا تقویٰ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ تو آدھی ولایت تو سب مُسلمانوں کو حاصل ہے یعنی ایمان تو الحمدُللہ حاصل ہے ہی بس تقویٰ

کا اعلیٰ مقام اور حاصل ہو جائے اسی کا نام ولایت ہے۔

اور حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ تین چیزوں سے عطا ہوتی ہے نمبر۲ یہ کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق قائم کر لیا جائے۔ اگر اس کی صحبت میسر ہو تو کیا کہنا ورنہ اصلاحی مکاتبت کی جائے۔ حضرت نے شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رُوس میں ایک قاز چڑیا ہے وہ ہندوستان پاکستان میں آتی ہے اور آنے سے پہلے رُوس کے پہاڑوں میں انڈے دے کر آتی ہے پھر یہاں سے اپنی توجہ سے وہ انڈوں کو گرماتی ہے اور جب واپس جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی توجہ کی گرمی سے بچّے پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی فرماتے ہیں کہ جب چڑیوں کی توجہ میں اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے تو اللہ والوں کی رُوحوں میں کیا بات ہو گی۔ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت میسّر نہ ہو تو خط و کتابت سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے ان کی توجہ اور دُعا میں اللہ نے خاص اثر رکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے حالتِ جذب میں اللہ کے حضور میں مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک آنکھ کھُلی ایک کُتّا گذر رہا تھا اس پر نگاہ پڑ گئی فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکلاب ہو گیا ظالم۔ تو جب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستو! کیا کہوں کہ انسانوں پر ان کی نگاہ کیا اثر کرتی ہو گی۔

مجھ سے ٹنڈو جام میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں نے پُوچھا کہ اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے اور یہ سوال کرنے والے کون لوگ تھے کئی ایم۔ ایس۔ سی اور کئی پی۔ ایچ۔ ڈی تھے جو امریکہ اور جرمن سے ڈاکٹریٹ کی

ڈگریاں لائے ہوئے تھے میں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ یعنی نباتات کی تحقیق و ریسرچ پر جو ڈگریاں حاصل کی ہیں تو آپ لوگ یہاں کیا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ میں نے کہا کیسے بناتے ہو۔ کہا کہ ہم دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند کرتے ہیں اور اتصالِ تام کرتے ہیں ذرا سا بھی فاصلہ نہیں رہنے دیتے، کَس کر پٹی بھی باندھ دیتے ہیں کہ کہیں ہل نہ جائے کیونکہ اگر ایک بال کے برابر بھی فاصلہ رہ جائے تو لنگڑے آم کی خوبو اور سیرت اس دیسی آم میں منتقل نہیں ہوسکتی۔

بس میں نے کہا کہ آپ لوگ اپنے ہی قول سے پکڑے گئے اور اقراری مُلزم ہوگئے آپ ہی کے قول میں آپ کے سوال کا جواب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ بتا چکے ہیں کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ کے فضل سے دیسی دل کو اللہ والا دل بنایا جا سکتا ہے۔ جس طرح لنگڑے آم کے پیوند سے اس کی ساری خوبو دیسی آم میں منتقل ہوجاتی ہے اور دیسی آم لنگڑا آم ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دیسی دل یعنی غافل دل کسی اللہ والے دل سے اپنا پیوند کرلے تو وہ دیسی دل اللہ والا دل ہوجاتا ہے۔ اور اس اللہ والے کی ساری نسبت اس میں منتقل ہوجاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس اللہ والے سے تعلق قوی اور مضبُوط ہو، اگر ڈھیلا ڈھالا تعلق ہُوا تو یہ نفع حاصل نہ ہوگا جس طرح آپ لوگوں نے ابھی بتایا کہ دیسی آم کی قلم کو آپ لنگڑے آم کی شاخ سے خُوب مضبُوط باندھتے ہیں۔

حضرت تھانوی سے کسی نے پُوچھا کہ آپ وعظ میں اتنے علُوم کہاں سے بیان کرتے ہیں۔ بیان القرآن، شرح مثنوی اور مواعظ وغیرہ میں آپ کو اتنے علُوم کہاں سے عطا ہُوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کُتب بینی بہت کی

ہے۔ فرمایا نہیں اے مولویو! درسِ نظامیہ جتنا تم نے پڑھا ہے اتنا ہی اشرف علی نے بھی پڑھا ہے لیکن تم کتب بینی پر قناعت کرتے ہو اور ہم نے کتب بینی زیادہ نہیں کی مگر قطب بینی زیادہ کی ہے۔ ایک چھوٹے ک' اور ایک بڑے ق میں فیصلہ کر دیا، یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں کی قطب بینی نے یعنی ان کی صُحبت و خدمت نے علم میں یہ برکت عطا فرمائی ہے۔

ہاں! تو میں تین باتیں عرض کر رہا تھا۔ ایک تو اہل اللہ کی صُحبت ہے۔ مگر صرف صحبت ہی کافی نہیں مجاہدہ بھی ضروری ہے اور اس کی ایک عجیب مثال ہے۔ جون پور (ہندوستان) میں تلی کا تیل جب چنبیلی کا تیل بنایا جاتا ہے تو تلی کو پہلے مجاہدہ کراتے ہیں، خُوب رگڑ رگڑ کر اس کی بھُوسی چھُڑاتے ہیں یہاں تک کہ تلی پر ایک ہلکا غلاف رہ جاتا ہے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سُوئی چبھو دیں تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ تلی کو رگڑ رگڑ کر کرایا جاتا ہے۔

اب چنبیلی کے پھُولوں کو پھیلاتے ہیں پھر ان پھُولوں پر وہ مجاہدہ کرائی ہُوئی تلی رکھتے ہیں، اس کے اُوپر پھر چنبیلی رکھتے ہیں اور کئی ہفتہ عشرہ اسی طرح رہنے دیتے ہیں تاکہ خوشبو تلی میں جذب ہو جائے۔ پھر اس کو کولہو یا مشین میں پیل دیتے ہیں اور چنبیلی کی ساری خوشبو اس تلی میں آجاتی ہے۔ اب وہ تلی کا تیل نہیں کہلاتا روغنِ چنبیلی کہلاتا ہے بس یہی طریقہ اللہ والا بننے کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا۔ الخ پہلے مجاہدہ ہو جس سے نفس کی بھُوسی چھُوٹے اور جذب اخلاق اولیاء کی صلاحیت پیدا ہو جس ولی اللہ سے جس کو نسبت ہو اس کے اخلاق کو جذب کرنے کی صلاحیت مجاہدہ

سے پیدا ہوتی ہے اور مجاہدہ کیا چیز ہے؟ ذکر اللہ کا اہتمام اور بدنگاہی بدگمانی غیبت جتنے گناہ ہیں ان سے بچنے کی کوشش اور اگر مغلوب ہو رہا ہو تو شیخ کو اس کی اطلاع۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں۔ جب تک ان کو ادا نہ کرو گے فیض یاب نہ ہو سکو گے اور نفع کامل نہیں ہوگا جن کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کر دیا ؎

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کر لئے ان شاء اللہ کامل ہو جائے گا یعنی شیخ سے اطلاع حالات بذریعہ مکاتبت (خط و کتابت) اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی اس کی خدمت میں حاضری۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں زیادہ نہیں صرف چالیس دن اگر کسی اللہ والے کے پاس اپنی اصلاح کی نیت سے کوئی رہ لے تو کام بن جائے گا۔ مگر افسوس طلب ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے یا دفتر سے چھٹی نہیں ملتی۔ لیکن اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ تم کو کینسر ہے، تم کو مری یا شملہ پہاڑی پر جانا پڑے گا تو فوراً چلے جائیں گے چاہے بیوی کا زیور بیچنا پڑے اور تب چھٹی بھی مل جائے گی۔ لیکن افسوس آخرت بنانے کے لئے اور صاحبِ نسبت ہونے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جانا ہمیں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور پیاس اور محبتِ شدیدہ جیسی ہونی چاہیئے ہمارے دل میں نہیں ہے۔ ورنہ دیکھئے دُنیاوی محبت میں مجنوں پاگل بنا پھرتا تھا۔ لیلیٰ کے مرنے کی خبر سُن کر اور پاگل

ہوگیا۔ قبرستان گیا تو ہر خاک کو سُونگھ رہا تھا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لیلیٰ کی قبر پر گیا تو ظالم نے مٹی سُونگھ کر بتا دیا کہ لیلیٰ یہاں دفن ہے ؎

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

مولانا فرماتے ہیں کہ مجنوں کی طرح میں بھی ہر خاک کو سُونگھتا ہوں اور جیسے اس نے مٹی کو سُونگھ کر بتا دیا تھا کہ یہاں لیلیٰ ہے۔ میں بھی ہر مٹی کو سُونگھتا ہوں جس جسم کے اندر اس کے قلب میں خدا ہوتا ہے تو میں خوشبو سے پتہ پا لیتا ہوں کہ یہ اللہ والا ہے۔

مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں یمن سے ڈیڑھ دو سو میل کے فاصلہ پر صحابہ سے فرمایا ٹھہر جاؤ اور فرمایا

اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف مؤلفہ مجدد تھانوی ص۴۷ و ص۱۹۰)

میں یمن سے اللہ کی خوشبو پا رہا ہوں۔ یہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خُوشبو تھی جن کا دل اللہ و رسُول کی محبّت میں جل رہا تھا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یُوں بیان کیا۔ دیکھئے کیا بلاغت ہے، کیا پیارے الفاظ ہیں۔ فرمایا ؎

گفت پیغمبر کہ بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بُوئے خُدا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر یمن سے مجھے اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔

تو میرے دوستو! پانی کی قدر اسے ہوتی ہے جسے طلب ہو پیاس ہو۔ شربت رُوح افزا کتنا ہی برف ڈال کر پلاؤ جسے نزلہ زکام ہے سینہ میں بلغم بھرا ہُوا ہے اسے کیا قدر ہوگی ہلدی کی قدر اس کو ہوتی ہے جس کو چوٹ لگی ہوتی ہے۔ اللہ والوں کی قدر اس کو ہوتی ہے جسے اللہ کی تلاش ہو۔ دیکھئے پہلے ہزار ہزار میل لوگوں نے سفر کئے ہیں تب جا کر اللہ والے ہُوئے ہیں۔ مگر ہاں پھر سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا، سارے عالم میں ان کا فیض جاری ہوگیا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی صاحبِ نسبت سے استفادہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے مناسبت بھی ہو، اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور اصلاح کے لئے اس کو شیخ بنانا یعنی بیعت ہونا بھی ضروری نہیں، صرف اصلاحی تعلق بھی کافی ہے کیونکہ بیعت ہونا تو فرض نہیں لیکن اصلاح نفس فرض ہے اور اس کے لئے اصلاحی مکاتبت اور زندگی میں ایک بار چالیس دن مسلسل اپنے مصلح کے پاس رہنے کی بزرگوں نے ہدایت فرمائی ہے اور اس میں جو کچھ بھی خرچ ہوگا وہ اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر زمین و آسمان کے سارے خزانے دے کر اللہ مل جائیں تو بھی یہ سستا سودا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

بڑی مہنگی والی ہے بھائی اللہ میاں کی محبّت کی شراب، ذرا سنبھل کر قیمت لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ ج ۲ ص۷۱) اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ اللہ کا سودا بڑا مہنگا

ہے مگر ہاں اللہ جس کو مل جاتا ہے ساری دُنیا اس کی غلام بن جاتی ہے مگر غلام بنانے کے لئے اللہ والا بننے کی نیت نہ کرنی چاہیئے ورنہ کچھ نہ ملے گا جیسا کہ حدیث بیان کی تھی مَنۡ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ الخ تواضع صرف اللہ کے لئے ہو یہاں تک کہ خلافت کی نیت سے بھی کسی شیخ سے تعلق قائم نہ کیا جائے۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

منصب تعلیم نوع شہوتے ست

منصب تعلیم اور منصب خلافت کی حرص شہوت نفسانی کی ایک نوع ہے لہٰذا یہ بھی غیر اللہ ہے اور از خدا غیر خدا را خواستن خدا سے غیر خدا کو مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے قیمتی ہیں کہ جس کو وہ مل جاتے ہیں پھر اس کا دل کسی اور چیز کو نہیں چاہتا۔ بس مصلح سے تعلق صرف اللہ کے لئے ہو، صرف اللہ کی رضا مقصود ہو یعنی نیت میں اخلاص ہو اور اپنے حالات کی اطلاع اور جو علاج وہ تجویز کرے اور جو ذکر بتائے اس کی اتباع ضروری ہے۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حُسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فِکر کے اہتمام سے ہو گی

روزانہ جب اللہ اللہ کہیں گے تو دل کے تالے کُھلنے شروع ہو جائیں گے اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ اَقۡفَالَ قُلُوۡبِنَا بِذِکۡرِکَ (کنز العمال ص۶۹۹ ج ۲، فصل رابع فی الاذان الخ) اور اپنی محبت کی جو امانت خدا نے عالم ازل میں دلوں کے اندر رکھی تھی اس کی خوشبو خود آنے لگے گی کیونکہ جب دل کے تالے

کھلتے ہیں تو اندر کی چیز ظاہر ہونے لگتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پُرانی وہ اُبھر آئی ہے

اور فرماتے ہیں ؎

اب بھی مجذوب جو محرومِ پذیرائی ہے
کیا جنوں میں ابھی آمیزشِ دانائی ہے

پھر فرماتے ہیں ؎

ازل میں سامنے عقل وجنوں دونوں کا ساماں تھا
جو میں ہوش وخرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

اِسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دُور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
رو رو اے جاں زود زنجیرے بیار
بار دیگر آمدم دیوانہ وار

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ میاں بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بنتا لیکن بس کسی دیوانے سے پالا پڑ جاتے اللہ کے عاشقین ہم سے خدانخواستہ دُنیا نہیں چھڑائیں گے، ان کی برکت سے دُنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی بس دل سے نکل جائے گی، دل میں صرف اللہ ہوگا۔ پھر معلوم ہوگا کہ ہفت اقلیم کی سلطنت اور زمین و آسمان سے بڑھ کر دولت ہمیں حاصل ہے۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا زیادہ میٹھا ہے جس دل کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلقِ خاص عطا فرما دیتے ہیں وہ ہر وقت مست اور خوش رہتا ہے۔ اگر کبھی غم بھی آتا ہے تو غم اور مصیبت میں بھی قلب میں ایک کیف اور سکون کا عالم ہوتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس دل میں اللہ ہوتا ہے اس سے اگر آہیں بھی نکلتی ہیں تو اس میں حُوریں نظر آتی ہیں۔ ؎

جو نکلیں آہیں تو حُور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے دل کے اندر یہ کون چشمِ پُر آب میں ہے

دُنیا کی زندگی بھی لذیذ ہو جاتی ہے اور دُنیا کے سارے غم لذیذ تر ہو جاتے ہیں حیاتِ طیبہ یعنی بالطف زندگی اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔

مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر عالم سراسر خار باشد
دل عاشق گل و گلزار باشد

اگر یہ عالَم تمام کانٹوں سے بھر جائے یہ امریکہ رُوس ایٹم بموں سے لڑتے رہیں لیکن خدا کے اولیاء جہاں بھی ہوں گے ان کا دل گُل و گلزار رہے گا جیسے واٹر پرُوف گھڑیاں ہوتی ہیں خدا اپنی محبت کے صدقے میں ان کے دل کو غم پرُوف کر دیتا ہے۔ مجھے اپنا ایک پُرانا شعر یاد آیا ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

علامہ سید سلیمان ندوی نے فرمایا ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

تو میرے دوستو! حاصل شریعت و طریقت یہی ہے کہ نعمتوں کی محبت پر منعم کی محبت کو غالب کر لیا جائے دُنیا کی نعمتوں سے دل کم لگا ہو، نعمت دینے والے سے زیادہ لگا ہو۔ پھر ایسا شخص جہاں بھی رہتا ہے غالب رہتا ہے۔ جگر مُراد آبادی کا شعر یاد آیا یہ آپ لوگوں کی برکت سے آج عجیب مضمون بیان ہو رہا ہے۔ جگر مُراد آبادی کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

خدائے تعالیٰ کی محبت جس پر چھا جاتی ہے وہ جہاں جاتا ہے غالب رہتا ہے کسی ماحول سے مغلوب نہیں ہوتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ چند دن کی مشقت کے بعد آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے پھر تھوڑے سے علم میں خدا برکت دے دیتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کوئی بڑے عالم نہیں تھے۔ آج کل مولانا محمد احمد صاحب اس کی ایک مثال ہیں۔ مولانا علی میاں ندوی، قاری محمد طیب صاحب، شیخ الحدیث صاحب تمام بڑے بڑے علماء ان کی بزرگی کے قائل ہیں حالانکہ وہ باضابطہ عالم نہیں ہیں کہیں بُخاری نہیں پڑھاتے مگر وہی کہ سینہ میں ایک درد بھرا دل عطا ہو گیا۔ بس اللہ والا بننے کے لئے ایک تو اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے دُوسرے جو ذکر وہ بتا دیں اس کا اہتمام ضروری ہے۔ ذکر میں ناغہ نہ ہونا چاہیئے۔ ذکر کا ناغہ رُوح کا فاقہ ہے۔ ذکر پر دوام کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ جس دن ذکر میں ناغہ ہو جائے اس دن نفس کو فاقہ کرائیے، روٹی نہ کھائیے۔ جس دن نفس کہے کہ آج ذکر نہیں کروں گا تو اس سے یہ کہہ دیجئے کہ تو قائم ہے رُوح سے، اگر رُوح نہ ہو گی تو تُو کچھ نہیں کھا سکتا اور رُوح کو تو فاقہ کرا رہا ہے لہٰذا آج میں بھی

تجھے کچھ نہیں کھانے دوں گا۔ جس دن آپ نے اپنا انڈا مکھن بند کیا تو نفس فوراً تیار ہو جائے گا ذکر کے لئے۔ کچھ دن تو تکلّف سے کرنا پڑے گا لیکن جب عادت پڑ جائے گی تو اللہ کے ذکر کے لئے رُوح بے چین رہے گی۔ جب تک ذکر نہ کرلیں گے نیند نہ آئے گی۔

جب بُری چیزوں کی عادت پڑ جاتی ہے، سگریٹ نہیں ملتا تو آدمی اِدھر اُدھر چُھپ چُھپا کے پی لیتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ مولانا کا وعظ تو لمبا ہو رہا ہے اور مجھے طلب ہے سگریٹ کی، جب بُری چیزوں کی ایسی عادت ہو سکتی ہے تو اللہ کے ذکر کا کیا پُوچھنا یہ تو رُوح کی غذا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

ذکرِ حق آمد غذا ایں رُوح را

مرہم آمد ایں دل مجرُوح را

اللہ کا ذکر اس رُوح کی غذا ہے اور جن کے دل اللہ کی محبت سے زخمی ہیں ان کے لئے ذکرِ حق مرہم ہے۔

اور فرماتے ہیں ؎

ہر کہ باشد قوت او نُور جلال

چوں نہ زائد از لبش سحر حلال

جن اللہ والوں کی غذا اللہ کا ذکر ہے ان کے لبوں سے کلامِ مؤثر کیوں نہ پیدا ہوگا۔ سحر حلال کا ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بین القوسین کلامِ مؤثر لکھا ہے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، تہجد میں اُٹھ کر راتوں کو روتے ہیں ان کے کلام میں اللہ نور عطا کرتا ہے، درد عطا کرتا ہے، اثر پیدا کرتا ہے۔

تو دوستو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں ۱

۱: اہتمامِ ذکر اللہ

۲: صحبتِ اہل اللہ

۳: تفکّر فی خلق اللہ

تفکر یہ ہے کہ کبھی کبھی سوچے کہ یہ آسمان اور زمین سُورج اور چاند کو کس نے پیدا کیا ہے اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ کے خاص بندے زمین و آسمان کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔

اور اگر فکر میں جمُود ہو تو مولانا اس کا علاج بتاتے ہیں۔ ؎

فکر اگر جامد بود رو ذکر کن

فرماتے ہیں کہ جب ذکر کرو گے تو فکر کا جمُود ختم ہو جائے گا کیونکہ ؎

ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اگر فکر افسردہ ہو یعنی آخرت یاد نہیں آتی ہو دل میں سُستی ہو اور دُنیا کی محبت دل پر غالب آگئی ہو تو فرماتے ہیں کہ تم اللہ کا ذکر کرو، ذکر اللہ تمہارے فکر افسردہ و جامد کو گرم کر دے گا اور اس میں نور پیدا ہو جائے گا اور فکر کا جمُود ختم ہو جائے گا۔

اور فکر کیا چیز ہے ؟ کیا یہ کہ فیکٹری قائم کر لو یا الیکشن لڑ لو اور صدر یا وزیر اعظم بن جاؤ یا تحقیق کے زور پر چاند پر پہنچ جاؤ۔ فرماتے ہیں ؎

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے

راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

فکر وہ ہے جو راستہ کھول دے اور راستہ وہ ہے جو اللہ تک پہنچا دے اب کوئی کہے کہ کیا رات دن ذکر کرنا پڑے گا۔ نہیں جس کی جیسی معرفیات

جس کی جیسی صحت ہوتی ہے اس کے مطابق شیخ کامل ذکر تجویز کرتا ہے۔ بعضوں کو جیسے خواجہ صاحب کو حضرت حکیم الامت نے ۲۴ ہزار مرتبہ اللہ اللہ بتایا اور بعضوں کو جن کا دماغ کمزور تھا یا مصروفیات زیادہ تھیں ایک ہزار مرتبہ بتایا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ جو میرے شیخ اوّل تھے، میں نے جوانی ان کے ساتھ گذاری۔ ستر سال کے وہ تھے اور اٹھارہ سال کا میں تھا۔ اعظم گڈھ میں قصبہ کے باہر جنگل میں الگ مکان بنایا تھا۔ مغرب کے بعد سناٹا! روشنی ختم ہوئی تو چراغ جل جاتا تھا۔ کچھ دیر میں وہ بھی بجھ جاتا تھا۔ تہجد کے وقت تاروں کی روشنی میں حضرت تلاوت اور آہ و نالے کرتے تھے۔ گریباں چاک عجیب عاشقانہ حالت میں۔ تو میرے شیخ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے صلوٰۃ تنجینا کی اجازت دی جائے۔ حضرت نے لکھا کہ ستر مرتبہ پڑھ لیا کرو عرض کیا کہ حضرت میں ۱۴ سبق پڑھاتا ہوں جون پور میں مولانا اصغر میاں کے ساتھ۔ میرے شیخ مولانا اصغر میاں کے معاصر تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اچھا آپ سات ہی مرتبہ پڑھ لیا کریں اور ایک پر دس کا وعدہ ہے سات دہم ستر ہی کا فائدہ انشاء اللہ آپ کو مل جائے گا۔

دیکھئے! اللہ والے حکیم ہوتے ہیں کیسا کام بنایا ستر کی بجائے سات ہی دفعہ میں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی پہلوان چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتا ہے اور کمزور دماغ والا ایک ہزار یا پانچ سو مرتبہ اللہ اللہ کرتا ہے تو یہ کمزور بھی اسی مقام پر پہنچے گا جہاں وہ ۲۴ ہزار والا پہنچا ہے، انشاء اللہ پیچھے نہیں رہے گا خدائے تعالیٰ طاقت کے لحاظ سے نہیں

ہماری استطاعت کے مطابق اطاعت چاہتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ جتنا تم سے ہوسکے اللہ کو یاد کرلو، اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرو اگر آج ہم نے دل کو دُنیا کی چیزوں سے نہ ہٹایا تو ایک دن ایسا آئے گا کہ جن سے ہمارے دل بہل رہے ہیں یہ بہلانے والے زمین کے اُوپر رہ جائیں گے اور ہمیں زمین کے نیچے دبا کر چلے جائیں گے۔

دبا کے قبر میں سب چل دئیے دُعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

پھر کوئی پاس نہیں آئے گا، پھر کوئی دل بہلانے کا سامان قبر کے نیچے نہیں جائے گا سوائے اللہ کے۔ لیکن زمین کے نیچے اللہ کس کا ساتھ دیتا ہے؟ جو زمین کے اُوپر ان کو خُوب یاد کرتے ہیں، زمین کے اُوپر جن کی جان کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیونکہ تم نے تعلقات میں ہمیں فراموش نہیں کیا اب جب زمین کے نیچے سب نے تمہیں چھوڑ دیا تو اب ہم تمہیں بھُول جائیں؟ ناممکن ہے میری کریم ذات سے بس دُعا کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مُبارک مقام کی برکت سے اور ہمارے بزرگوں کی اولاد جو یہاں ہے یا اللہ میں بزرگوں کے خون کا واسطہ دیتا ہوں، ان کی نسبت سے مانگتا ہوں کہ ہمارے سینوں کو اپنی محبّت کی آگ سے بھر دے یا اللہ ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادے یا اللہ بایزید بسطامی جنید بغدادی بابا فریدالدین عطّار اور حضرت مولانا تھانوی و گنگوہی و مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم جتنے بھی ہمارے سلف میں بڑے بڑے اولیاء گذرے ہیں یا اللہ ان اولیاء صدّیقین کے سینوں کو آپ نے ایمان ومحبت وتقویٰ کا جو مقام عطا فرمایا تھا اور دُنیائے بے ثبات سے جو بے رغبتی نصیب فرمائی تھی

ہمارے قلوب کو بھی عطا کر دے۔ یا اللہ دُنیائے فانی سے ہمارے دل کو اچاٹ کر دے اور اپنی محبت کو غالب کر دے اور ہماری دُنیا بھی راحت والی اور عافیت والی بنادے اور آخرت بھی راحت اور عافیت والی بنادے یا اللہ ہم سب کو اپنے عاشقوں کی ملاقات نصیب فرما۔ ؎

یارب ترے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض وسمٰوٰت

اللہ آپ کے عشاق شرق و غرب شمال وجنوب زمین کے جس حصہ میں پوشیدہ ہوں اے خدا ان کو پہچاننے کی مجھے بصیرت عطا فرما ہم سب کے لئے ان کی لقاء اور التقاء کو مقدر فرمادے۔ یا اللہ ہم اپنی نادانی سے ان سے نہ بھی ملیں تو آپ ان کو ہم پر کریم فرما کر ان کی ملاقات ہمارے لئے مقدر فرما اور ان کی صحبتوں سے ہم کو ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلاء شد

کا مصداق بنا جیسے لوہا پارس پتھر سے مل کر سونا بن جاتا ہے ہمیں ایسے عاشقوں سے ملاقات کرادے جن کے دلوں سے ہمارے دل مل کر سونا بن جائیں یعنی اے اللہ آپ کے عاشق اور دیوانے ہوجائیں اور متقی ہوجائیں اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے طرزِ عمل پر کر دے یا اللہ ہمیں اولیاء کے اخلاق و اعمال عطا کر دے، ان کا جیسا دل عطا کر دے یا اللہ اپنی رحمت سے حسنِ خاتمہ نصیب فرما اور ہم سب کی جائز حاجتیں پُوری فرما اور جو یہاں موجود نہیں ان کی بھی پُوری فرما اور اس حرم مُبارک کی برکت سے ہمیں حرم کی محبت نصیب فرما اور حرم کی قدر کی توفیق عطا فرما اور حرم کے انوار و برکات سے ہمیں مالا مال فرما

یا اللہ ہم جو نہیں مانگ سکے وہ بھی اپنی رحمت سے آپ عطا کر دیجئے کہ وقت تھوڑا ہے اور اختر ضعیف ہے یا اللہ اپنے فضل اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم پر رحمت کے دریا کے دریا انڈیل دیجئے اور اس کے جذب کی صلاحیت بھی نصیب فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

عظمت تعلق مع اللہ

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)